بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Islamic & Intellectual Studies Magazine

(IISM)

اسلامک اور علم و دانش ریسرچ میگزین

شمارہ: دسمبر 2023، جمادی الثانی / رجب 1445

فَذَكِّرۡ إِنۡ نَفَعَتِ الذِّكۡرٰى

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ () أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ () وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ٦) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ [ص: ۴-۷]

اِنھیں تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک خبر دار کرنے والا انھی میں سے آ گیا ہے اور ان منکروں نے (اِسی بنا پر) کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یقیناً یہ بڑی تعجب کی بات ہے۔ ان کے سردار اٹھ کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بے شک، یہی چیز مطلوب ہے۔ اور یہ بات تو ہم نے پچھلے مذاہب میں بھی نہیں سنی، ضرور یہ تو ایک گھڑی ہوئی بات ہے۔

www.mubashirnazir.org

Islamic & Intellectual Studies Magazine

(IISM)

اسلامک اور علم و دانش ریسرچ میگزین

آج جدید دور نے دین و دنیا سے متعلق مختلف سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ کہیں الحاد کا دور دورہ ہے تو کہیں خود ساختہ ادیان رائج ہیں۔ اِن حالات میں دین کی بلا تعصب، غیر جانبدارانہ اور قران و سنت کی روشنی میں درست ترجمانی ناگزیر ہے۔ اسی مقصد کے لیے اسلامک اور علم و دانش ریسرچ میگزین (Islamic and Intellectual studies Magazine) کا اجراء کیا گیا ہے، تاکہ دورِ جدید میں مختلف موضوعات سے متعلق دین کا صحیح نقطۂ نظر بلا کم و کاست قارئین تک پہنچایا جا سکے۔ اِس میگزین میں ایمان و اخلاق کی دعوت، تعمیر سیرت، اللہ اور آخرت کی معرفت، تاریخ، سوشل سائنسز اور دورِ حاضر کے تمام گمراہ کن نظریات کو پہچان کر ان سے بچنے کے حوالے سے موضوعات زیرِ بحث آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سارے معاملے میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

نوٹ: مدیر کا مراسلہ نگار سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

آفیشل ویب سائٹ: www.mubashirnazir.org

رابطہ کرنے، تحریریں، آراء اور سوالات بھیجنے کے لئے

Mubashirnazir100@gmail.com , refatnawab@gmail.com

فہرست مضامین

اسلامک اور علم و دانش ریسرچ میگزین

رفعت نواب مصعب

طاغوت

لغوی، اصطلاحی اور شرعی مفہوم (پارٹ 7)

مشرکینِ عرب کی طاغوت پرستی اور ان کے طواغیت کا کردار قرآن کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ کی بعثت عرب کے مرکزی شہر مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنے قریبی دوست واحباب سے دعوت کا آغاز فرمایا۔ کچھ ہی عرصے میں آپ کی دعوت مکہ کے ہر سردار اور معاشرے کے ہر خاص و عام فرد تک پہنچ چکی تھی۔ مکہ میں مذہبی جبر کا ماحول تھا۔ سردارانِ قریش کا اپنی عوام پر اس قدر دباؤ تھا کہ ان کی اجازت کے بغیر کسی بھی شخص کو اسلام قبول کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ان حالات میں اسلام قبول کرنے کا مطلب موت کو گلے سے لگانے کے مترادف تھا۔

مکہ کے سرداران کی اکثریت نے نبی کریم ﷺ کی پر خلوص اور ہمدردانہ دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اس کے مقابلے میں سرکشی اور بغاوت کی روش کو اپنالیا، دوسرے لفظوں میں وہ لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں طاغوت بن کر کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ وقت انہی لوگوں کو دیا۔ آپ کی بعثت و رسالت ان پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی۔ نبی ﷺ ان کو دن رات، ہر مناسب موقع پر قران مجید سنا کر دعوت دیتے تھے۔ قوم کے لوگ قرآن مجید میں بیان کردہ آفاق و انفس کے دلائل سننے کے بعد لاجواب ہو چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف یہ کہ قرآن مجید اور آپ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ آپ کے اور آپ پر ایمان لانے والوں کے دشمن بھی بن گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کو ذہنی، نفسیاتی اور جسمانی اذیتوں میں مبتلا کرنے لگے۔ اس پر بھی سکون نہ ملا تو اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے نبی ﷺ پر مختلف قسم کے بہتان گھڑ کر پروپیگنڈا کرنے لگے۔ اس عمل سے بھی کامیابی نہ ملی تو مسلمانوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ جب اس کے باوجود بھی دعوت پھیلتی گئی تو رسول اللہ ﷺ کے قتل تک کا منصوبہ بنالیا۔

قران مجید کے مطابق، حق کو سمجھ کر اس کے مدمقابل آکھڑے ہونا، یہ ایک شیطانی عمل ہے، جس طرح شیطان نے اللہ کا حکم معلوم ہو جانے پر بھی تکبر کی وجہ سے حکم ماننے سے انکار کیا تھا اور قیامت لوگوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ سرادارانِ قریش بھی اب اسی سطح پر آپہنچے تھے۔ ان کی اس طاغوتی روش کو قرآن مجید نے مختلف انداز سے کھول کر بیان کیا ہے۔ ان پر حق، رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور قرآن جیسی معجز نما کتاب کی شکل میں واضح ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ ان کے ہر

سوال کا جواب دینے اور ہر اشکال کو رفع کرنے کے لئے خود موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر پیش گوئی روزِ روشن کی طرح ان پر واضح ہو رہی تھی۔ لیکن قوم کے اکابرین کو اس سے کوئی غرض نہ تھی، اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ لوگ کسی بھول یا غلط فہمی کی بنا پر انکار کی روش کو نہیں اپنائے ہوئے تھے، بلکہ پورے شعور کے ساتھ حق کو جانتے اور سمجھتے ہوئے یہ مخالفت کی روش اپنائے ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حق دشمنی کے اسباب اور اسلام دشمنی کے طریقوں کو کھول کر بیان فرمادیا ہے، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کس طرح طاغوت کے درجے پر پہنچ چکے تھے، آیئے ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حق کو پہچان کر بھی نبی ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اور قوم کو جہالت پر قائم رہنے کی تاکید کرنا

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ (٤) أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (٥) وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ (٦) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ (٧) أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ

[ص: ۴-۸]

انھیں تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک خبر دار کرنے والا انھی میں سے آگیا ہے اور ان منکروں نے (اِسی بنا پر) کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یقیناً یہ بڑی تعجب کی بات ہے۔ ان کے سردار اٹھ کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بے شک، یہی چیز مطلوب ہے۔ اور یہ بات تو ہم نے پچھلے مذاہب میں بھی نہیں سنی، ضرور یہ تو ایک گھڑی ہوئی بات ہے۔ کیا ہم میں سے بس اسی پر نصیحت اتاری گئی ہے؟ بلکہ وہ میری وحی کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔

ان آیات میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ منکرین قریش کن گھٹیا حربوں کے ساتھ نبی ﷺ کی دعوت کو جھٹلا رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنی قوم کو بھی آپ ﷺ کے خلاف یہ کہہ کر بھڑکا رہے تھے کہ دیکھو یہ وہ شخص ہے جو ان ہستیوں کی الوہیت کا انکار کر رہا ہے جن سے تم عقیدت رکھتے اور انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو۔ یہ اس رویے کی تصویر ہے جو نبی ﷺ کی دعوتِ توحید سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے قریش کے لیڈر بالعموم اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ اگر کبھی سردارانِ قریش دیکھتے کہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو رہے ہیں تو اسی طرح کی کوئی بات کہہ کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے اور قوم سے کہتے کہ تم اس شخص کی بات کو نہ ماننا، بلکہ اپنے معبودوں پر جمے رہنا۔ اس بات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے وہ لوگ دلیل کے میدان میں خود کو عاجز پا

رہے تھے، اس لیے وہ لوگ تعصب کے رویے کو اختیار کرتے ہوئے اپنے لوگوں کو قرآنی دعوت کے اثرات سے بچانے کی یہ سعیِ نامراد کر رہے تھے۔

حق کو قبول کرنے کے نتائج سے خوف زدہ ہو کر اسے قبول نہ کرنا

وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [القصص: ۵۷]

اور کہتے ہیں کہ "اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اُچک لیے جائیں۔ "کیا ہم نے ان کو حرم میں جگہ نہیں دی؟ جو امن کا مقام ہے وہ جگہ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں اور یہ رزق ہماری طرف سے ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

ان آیات میں قریش کا جو عذر بیان کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس بات سے اچھی طرح باخبر تھے کہ اگر وہ لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں انہیں جو نفع بت پرست اقوام سے ہو رہا تھا وہ اس نفع سے کہیں یکسر محروم ہی نہ ہو جائیں۔ اسی پر بس نہ ہوتی بلکہ انہیں اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ تمام بت پرست قبائل کہیں متحد ہو کر ان پر حملہ آور ہی نہ ہو جائیں اور اس طرح جس سرزمین پر وہ حکمران ہیں، کہیں اسی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ جواب میں اللہ رب العزت نے انہیں بتا دیا کہ رزق صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے کفر کا اعلان کرنا اور خود کو اس منصب رسالت کا زیادہ حق دار سمجھنا

بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُبِينٌ (۲۹) وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ (۳۰) وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (۳۱) أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا

بلکہ ہوا یہ کہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا سے بہرہ مند کیا، (پھر لمبی مدت گزری اور ان کے دل سخت ہو گئے)، یہاں تک کہ ان کے پاس حق آیا اور ایک پیغمبر بھی جو (دین سے متعلق ہر چیز کو) واضح کر دینے والا ہے۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آ گیا تو وہ کہنے لگے: یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ قرآن (مکہ اور طائف)، دونوں شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا تیرے پروردگار کی رحمت یہی (سرداران) تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کا سامان تو ان کے درمیان ہم نے تقسیم کیا ہے اور اس طرح تقسیم کیا ہے کہ ایک کے درجے

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (٣٢) [الزخرف: ٢٩-٣٣]

دوسرے پر بلند رکھے ہیں تاکہ یہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور تیرے پروردگار کی رحمت اس سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

ان آیات میں منکرین قریش کی اسلام دشمنی اور کفر کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اہل کتاب کے اکابرین کی مانند مکہ اور طائف کے کسی سردار کے استحقاقِ رسالت کے زیادہ متمنی تھے۔ یعنی اگر کسی کو رسول بننا ہی ہوتا اور کسی پر قرآن نازل ہونا ہی ہوتا تو مکہ اور طائف کے سردار کیا مر گئے تھے؟ چونکہ یہ کتاب ہم سرداروں میں سے کسی پر نازل نہیں ہوئی اس لئے یہ جادو ہے اور (إِنَّا بِهِ كَافِرُونَ) ہم اس کا کفر کرتے ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ منکرینِ قریش نے کس طرح کھلے الفاظ میں اپنے منکر (کافر) ہونے کا اعتراف کیا تھا۔ اس طرح سے ہمیں یہ بھی سمجھ آتی ہے کہ ان کو اللہ کے حکم سے (یا ایھا الکافرون) کے خطاب سے کیوں پکارا گیا تھا۔

سردارانِ قریش کا قرآن مجید پر ایمان نہ لانے کا اعلان کر دینا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ (٣١) {قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ (٣٢) وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا

یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو کبھی نہ مانیں گے اور نہ اس کو جس کی یہ آگے خبر دے رہا ہے۔ اور اگر تم دیکھتے، جب یہ ظالم اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے، اس طرح کہ ان میں سے ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہو گا، (پھر تم دیکھتے کہ یہ کس انجام کو پہنچے ہیں)۔ جو لوگ دبا کر رکھے گئے تھے، (اُس وقت) وہ اپنے متکبرین سے کہیں گے کہ اگر تم لوگ نہ ہوتے تو (پیغمبر کی بعثت کے بعد حق اس قدر واضح ہو گیا تھا کہ) ہم ایمان لے آئے ہوتے۔ اس کے جواب میں متکبرین انھیں جو دبا کر رکھے گئے، کہیں گے: کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آگئی تھی؟ (ہرگز نہیں)، بلکہ تم خود ہی مجرم ہو۔ دبے ہوئے لوگ متکبرین کو جواب دیں گے: بلکہ تمہاری دن رات کی چالیں تھیں (جو یہاں تک لے آئی ہیں)، جبکہ تم ہمیں سمجھاتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے شریک ٹھیرائیں۔ (پھر) جب عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں گے تو دلوں میں پچھتائیں گے۔ (مگر اُس وقت پچھتانے

هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (٣٣) وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ (٣٤)[سبأ: ٣٢-٣٤]

سے کیا حاصل)! ہم ان منکروں کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ یہ وہی بدلہ پائیں گے جو کرتے رہے تھے۔ (یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اے پیغمبر)، ہم نے جس بستی میں بھی کوئی خبر دار کرنے والا بھیجا ہے، اس کے اغنیا نے یہی کہا کہ جو تم دے کر بھیجے گئے ہو، ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ سرداران قریش کی حق دشمنی میں آگے بڑھ کر قرآن پر ایمان نہ لانے کی جسارت کو بیان فرمادیا ہے بلکہ یہ بھی بتادیا ہے کہ اس حرکت انجام کیا ہونے والا ہے۔ آج تو یہ جبر و اکراہ اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو شرک اور کفر پر گامزن رکھے ہوئے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں جب یہ سرداران اور ان کے ہم روش لوگ میدان محشر میں کھڑے ہوں گے۔ جن لوگوں کو یہ زور زبر ستی اور مختلف حیلوں سے گمراہ کرتے رہے تھے ان کی اپنے ان پیروکاروں کے ساتھ بحث و تکرار اور لڑائی ہو گی۔ دونوں گروہوں کا جرم ان پر واضح کر دینے کے بعد ان کو ان کے انجام تک پہنچادیا جائے گا۔ یہ ہیں طاغوت اور یہ ہے طاغوتوں اور طاغوت پرستوں آخری انجام!

لوگوں کو قرآن مجید سننے سے منع کرنا، قرآن کی عیب جوئی کرنا اور قرآن کی دعوت سے دور رکھنے کیلئے پروپیگنڈا کرنا

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (٢٦) فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (٢٧) ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (٢٨)[فصلت: ٢٦-٢٨]

اور (مکہ کے بعض) کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت شور مچادیا کرو، ہو سکتا ہے کہ تم غالب آجاؤ۔ سو ہم ان منکروں کو ضرور سخت عذاب چکھائیں گے اور جو کچھ یہ کرتے رہے، ضرور اس کا ان کو بدترین صلہ دیں گے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے۔ (جانتے ہو کیا ہے) ؟ یہ آگ ہے۔ ان کے لیے ان کے اس جرم کی سزا میں کہ یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے، اسی میں ہمیشہ کا ٹھکانا ہو گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (٦) وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى

(اس کے برخلاف) لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو فضولیات کے خریدار بنتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بغیر کسی علم کے گمراہ کریں اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑائیں۔ یہی ہیں کہ جن کے

مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (٧) [لقمان:٦،٧]

لیے ذلت کا عذاب ہے۔ ان میں سے کسی کو جب ہماری یہ آیتیں سنائی جاتی ہیں تو بڑے تکبر کے ساتھ اس طرح منہ پھیر کر چل دیتا ہے، جیسے ان کو سنا ہی نہیں، جیسے کانوں سے بہرا ہے۔ سو اسے ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔

قرآن مجید کے متعلق پروپیگنڈے کے مختلف طریقے

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ [النحل: ١٠٣]

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ (تمھارے متعلق) کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ یہ جس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) فصیح عربی زبان (میں) ہے۔

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ [الأنبياء: ٥]

(یہی نہیں کہ صرف جادو کہتے ہیں)، بلکہ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ بھی کہ اس نے (اپنی طرف سے) اس (قرآن) کو گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ بھی کہ یہ محض ایک شاعر ہے۔ سو (اگر یہ واقعی پیغمبر ہے تو) ہمارے پاس اسی طرح کوئی نشانی لائے، جس طرح اگلے پیغمبر (نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے۔

{وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا (٤) وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (٥) قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا} [الفرقان: ٤-٦]

(اِس کے) منکرین کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض جھوٹ ہے جس کو اس شخص نے گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے بڑے ظلم اور جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے (کسی سے) لکھوا لیے ہیں۔ سو وہی اب صبح و شام (اِس کتاب میں) لکھنے کے لیے اس کو سنائے جاتے ہیں

ان آیات میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سرداران قریش لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے کبھی کہہ رہے تھے کہ فلاں شخص نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو یہ کلام سکھا جاتا ہے۔ تو اسکے جواب میں بتایا گیا جس شخص کی طرف تم نسبت کر رہے ہو وہ عجمی ہے اور عجمی کے بس کی یہ بات کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اتنی فصیح عربی کلام پیش کر سکے؟ کبھی کہتے کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے خواب ہیں جو آپ ہمیں سنا رہے ہیں، کبھی کہتے کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ شاعر ہیں اور کبھی کہتے کہ آپ نے خود ہی یہ قرآن گھڑ لیا ہے اور کبھی یہ بھی کہہ دیتے یہ جھوٹ ہے آپ نے کسی سے لکھوا لیا ہے اور اب ہمیں صبح شام پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ اس سے سرداران قوم کے تذبذب کا اظہار ہو رہا ہے، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر کونسا الزام لگائیں کہ قوم آپ سے پیچھے ہٹ جائے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ نہ تو آپ میں کوئی شاعروں والی کوئی بات تھی، نہ کاہنوں کی کہانت تھی اور نہ پاگلوں والی کوئی مجنونیت تھی۔ پھر بھی مسلسل پروپیگنڈا میں مصروف تھے۔

تعصب کی بنا پر باپ دادا کے دین کی پیروی کئے رہنے کا عزم کئے رکھنا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ [البقرة: ۱۷۰]

اور جب انھیں دعوت دی جاتی ہے کہ (اپنی ان باتوں کو چھوڑ کر) اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے اتاری ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو چلتے پایا ہے۔ کیا اس صورت میں بھی کہ اگر ان کے باپ دادوں نے نہ اپنی عقل سے کام لیا ہو اور نہ راہ ہدایت پائی ہو؟

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ [سبأ: ۴۳]

(اِن پر افسوس)، اِنھیں جب ہماری کھلی ہوئی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو محض ایک شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں سے روک دے جنھیں تمہارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن بس ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا۔ (ہر گز نہیں، یہ قطعی حق ہے) اور ان منکروں نے اس حق کے بارے میں، جب وہ ان کے پاس آ گیا تو کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

یہ آیات ہمیں بتا رہی ہیں کہ مشرکین قریش کا ایمان و اسلام سے انکار کسی عقلی، فطری یا کتابی دلیل کی بنا پر نہ تھا، بلکہ سراسر تعصب کی بنا پر تھا۔ انہوں نے طے کر رکھا تھا کہ ہم باپ دادا کے دین کو ہر گز نہ چھوڑیں گے، خواہ ان کی بات کتنی ہی بے بنیاد

اور ہدایت سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ قرآن کو جھوٹ اور جادو کہہ سکتے تھے، مگر اکابرین کے نظریات سے سرِ مو انحراف کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

مجرموں کے اکابرین کی حق کے خلاف چال بازیاں، خود بھی ایمان لانے سے انکار کرنا اور دوسروں کو بھی منع کرنا

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (١٢٣) وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ (١٢٤) [الأنعام: ١٢٣، ١٢٤]

ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو ہم نے اسی طرح ڈھیل دی کہ اس میں اپنی چالیں چل لیں۔ وہ یہ چالیں اپنے ساتھ ہی چلتے تھے، مگر انھیں اس کا احساس نہیں تھا۔ جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی تو کہتے تھے: ہم ہرگز نہ مانیں گے، جب تک وہی ہم کو نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا منصب کسے عطا فرمائے۔ اللہ کے ہاں یہ مجرم عنقریب اپنی مکاریوں کی پاداش میں ذلت سے اور سخت عذاب سے دوچار ہو جائیں گے۔

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (٩٠) أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا (٩١) أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا (٩٢) أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (٩٣) [الإسراء: ٩٠-٩٣]

اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں۔ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ پیدا نہ ہو جائے، پھر اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں نہ دوڑا دو۔ یا جیسا کہ تم کہتے ہو، ہمارے اوپر ٹکڑے ٹکڑے آسمان نہ گرا دو یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو لا کر ہمارے سامنے کھڑا نہ کر دو۔ یا تمہارے پاس سونے کا کوئی گھر نہ ہو جائے یا (ہماری آنکھوں کے سامنے) تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ۔ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی ماننے کے نہیں ہیں، جب تک تم (وہاں سے) ہم پر کوئی کتاب نہ اتارو جسے ہم پڑھیں۔۔۔ ان سے کہو، پاک ہے میرا پروردگار، کیا میں ایک انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ اعاظمین قریش نے ایمان نہ لانے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھنے کے لئے پہلے طے کر رکھا تھا کہ یہ یہ مطالبات کئے جائیں، لیکن اگر فرضِ محال یہ مطالبات پورے ہو بھی جائی تو ایمان تب بھی نہیں لانا، آخر میں اس سارے عمل کو جادو قرار دے کر لوگوں کے اذہان کو صاف کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور سمجھنے سے صاف انکار کر دینا اور ہر نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لانا

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ [فصلت:۵]

اور (بڑی رعونت کے ساتھ) کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو، ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور جو کچھ ہمیں سنا رہے ہو، ہمارے کان اس سے بہرے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حجاب حائل ہے۔ سو جو کچھ تمہیں کرنا ہے، کر گزرو، ہم بھی، جو کچھ کرنا ہے، کر کے رہیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (۲۵) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (۲۶) وَلَوْ تَرَى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ [الأنعام:۲۵-۲۷]

ان میں ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر تمہیں سنتے ہیں، مگر ان کے دلوں پر ہم نے (اپنے قانون کے مطابق) پردے ڈال دیے ہیں کہ (جو کچھ سنتے ہیں)، اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے (کہ سن کر بھی نہ سنیں)۔ یہ اگر ہر قسم کی نشانیاں دیکھ لیں، پھر بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس حجت کرتے ہوئے آئیں گے تو یہ منکرین کہیں گے کہ یہ تو محض اگلوں کے افسانے ہیں۔ یہ اس سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے گریز کر جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں، مگر اس کا احساس نہیں کرتے۔ اگر تم اس وقت کو دیکھ سکتے، جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے، پھر کہیں گے: کاش، ہم واپس بھیج دیے جائیں کہ تصدیق کریں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔

یہ طواغیتِ قریش کی اصلی کہانی بیان کی گئی ہے جن کا کردار یہ رہا کہ زندگی میں حق کو جھٹلاتے رہنا، خود بھی قبول نہ کرنا اور دوسروں کو بھی روک کر رکھنا، مگر جہنم کی آگ کو دیکھ حسرت کرنا کہ ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئیں۔ یہ تو اب صرف حسرت ہی حسرت ہو گی۔

اپنے شرک پر خود گواہی دینا

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ [الأنعام: ۱۴۸]

(اِس کے جواب میں) یہ مشرک اب کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھیراتے۔ اُن لوگوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ ان سے پوچھو، تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ ہمارے سامنے اسے پیش کر سکو؟ (حقیقت یہ ہے کہ) تم محض گمان پر چل رہے ہو اور نری قیاس آرائیاں کرتے ہو۔

قرآن مجید میں مشرکین عرب کو "مشرک" اسی لئے کہا گیا ہے، کہ وہ اپنے شرک کا نہ صرف خود اعتراف کرتے تھے بلکہ اس کو اللہ کی جانب بھی منسوب کرتے تھے۔ ان کا شرک شعوری شرک تھا، وہ اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے تھے، اس کو وہ منجانب اللہ کہتے تھے۔ قرآن نے ان کو بتا دیا کہ یہ صرف ان کی قیاس آرائی اور گمان ہی تھا، حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا صاف انکار کر دینا

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (الرعد: ۴۳)

اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: تم پیغمبر نہیں ہو۔ کہہ دو کہ: میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے، نیز ہر وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

قریش کے سرکش لوگوں کا نبی ﷺ کو نماز پڑھنے سے روک دینا

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى (٦) أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى (٧) إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى (٨) أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى (٩) عَبْدًا إِذَا صَلَّى (١٠) [العلق:٦-١٠]

ہر گز نہیں۔ انسان یقیناً سرکشی کر رہا ہے۔ اس لیے کہ اپنے آپ کو اس نے بے نیاز سمجھ لیا ہے۔ (اُس کو سمجھنے دو)، اسے (ایک دن) تیرے رب ہی کی طرف پلٹنا ہے۔ تم نے دیکھا اسے جو (اللہ کے) ایک بندے کو روکتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے؟

لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے دور رکھنے کے لئے آپ کو القابات سے نوازنا اور الزامات عائد کرنا

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ [الصافات:٣٦]

اور، (قریش کے لوگو، تمہاری طرح وہ بھی) کہتے تھے کہ کیا ہم ایک خبطی شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟

وَعَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ [ص:٤]

اِنھیں تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک خبر دار کرنے والا انھی میں سے آ گیا ہے اور ان منکروں نے (اِسی بنا پر) کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُّبِينٌ [یونس:٢]

کیا ان لوگوں کو اس پر حیرانی ہوگئی کہ ہم نے انھی میں سے ایک شخص پر وحی کی ہے کہ لوگوں کو خبر دار کرو اور جو مان لیں، اُنھیں خوش خبری پہنچا دو کہ ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس بڑا مرتبہ ہے۔ (اِس حقیقت کو سمجھنے کے بجاے) اِن منکروں نے کہہ دیا کہ یہ شخص تو کھلا جادو گر ہے

نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (٤٧) انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا [الإسراء:٤٧،٤٨]

ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کس لیے کان لگاتے ہیں اور (اُسے بھی) جب وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں، جب وہ ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو بس ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چل رہے ہو۔ دیکھ لیجیے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے سو راہ یاب نہیں ہونگے۔

وَعَجِبُوٓا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (ص:۴)

اِنھیں تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک خبر دار کرنے والا انھی میں سے آ گیا ہے اور ان منکروں نے (اسی بنا پر) کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔

فَذَكِّرۡ فَمَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ (طور:۲۹)

لہٰذا (پروا نہ کرو، اے پیغمبر اور) یاددہانی کرتے رہو، اس لیے کہ اپنے پروردگار کے فضل سے تم نہ کاہن ہو نہ دیوانے

یہ سرداران قریش کی پریشان خیالی کی عکاسی ہے کہ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ خاتم النبیین ﷺ کے دین سے کس طرح لوگوں کو دور رکھا جائے۔ اس کے لئے ان کے یہ اوچھے ہتھکنڈے ہی تو تھے کہ آپ ﷺ کو کاہن، مجنون، جھوٹا، شاعر، جادوگر حتیٰ کہ جادوزدہ قرار دے رہے تھے۔

منکرین قریش کی رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے، قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کی پلاننگ

وَإِنۡ كَادُوا لَيَفۡتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوۡحَيۡنَا إِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِيَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا (۷۳) وَلَوۡلَا أَنۡ ثَبَّتۡنَاكَ لَقَدۡ كِدۡتَ تَرۡكَنُ إِلَيۡهِمۡ شَيۡئًا قَلِيلًا (۷۴) إِذًا لَأَذَقۡنَاكَ ضِعۡفَ الۡحَيَاةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيرًا (۷۵) وَإِنۡ كَادُوا لَيَسۡتَفِزُّونَكَ مِنَ الۡأَرۡضِ لِيُخۡرِجُوكَ مِنۡهَا وَإِذًا لَا يَلۡبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا (۷۶) سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيلًا (۷۷) [الإسراء: ۷۳-۷۷]

(اے پیغمبر)، قریب تھا کہ یہ اس چیز سے ہٹا کر تم کو فتنے میں ڈال دیں جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے تاکہ اس (قرآن) کے سوا تم کوئی دوسری بات ہم پر افترا کر کے پیش کرو۔ اگر تم ایسا کرتے تو یہ ضرور تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے تمہیں مضبوط نہ رکھا ہوتا تو بعید نہیں تھا کہ تم بھی ان کی طرف کچھ جھک پڑو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں زندگی اور موت، دونوں کا دہرا عذاب چکھاتے، پھر تم ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔ یہ اس سرزمین سے تمہارے قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہیں تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو تمہارے بعد یہ بھی کچھ زیادہ دیر ٹھیرنے نہ پائیں گے۔ تم سے پہلے اپنے جو رسول بھی ہم نے بھیجے ہیں، ان کے بارے میں اس سنت کو یاد رکھو اور ہماری اس سنت میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (٣٠) [الأنفال:٣٠]

اس وقت کو یاد رکھو، (اے پیغمبر)، جب منکرین تمہارے معاملے میں سازش کر رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا (ملک سے) نکال دیں۔ وہ یہ سازش کر رہے تھے اور اللہ بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے

جب زبانی، نفسیاتی اور اخلاقی ہتھکنڈوں سے کام نہ بنا، تو بالآخر سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کو گرفتار کر لیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا پھر دیس نکالا دے دیا جائے۔ اللہ رب العزت نے بھی قوم کو وارننگ دے دی کہ اگر تم لوگوں کوئی بھی ایسی حرکت کی تو پھر یاد رکھنا کہ تم بھی زیادہ دیر جی نہیں سکو گے، تمہاری بھی جڑ کاٹ دی جائے گی، ہماری یہی سنت پہلے سے چلی آ رہی ہے، تم ہمارے اس طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلے میں پھر ان کی ایک نہ چلی۔ اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مخالف قوم پر بتدریج عذاب کا وقوع شروع ہو گیا اور آیاتِ برآت پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہوا۔

مشرکین کا نبی ﷺ اور صحابہ کو مکہ سے نکال دینا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ [الممتحنة:١]

ایمان والو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو، دراں حالیکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے، وہ اس کا انکار کر چکے ہیں۔ وہ خدا کے رسول کو اور تمہیں محض اس لیے وطن سے نکال دیتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم انھیں رازدارانہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہوئے اگر میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضا کی طلب میں نکلتے ہو، دراں حالیکہ میں جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو (تو سوچو کہ کیا کرتے ہو)۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو یہ کرتے ہیں، وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔

إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [الممتحنة:۹]

اللہ جس بات سے تم کو روکتا ہے، وہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں (دوسروں کی) مدد کی ہے۔ (وہ اس سے روکتا ہے اور تمہیں متنبہ کرتا ہے کہ) جو اس طرح کے لوگوں سے دوستی کریں گے، وہی ظالم ہیں۔

درج بالا آیات میں مشرکین عرب کا حتمی جرم بیان کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے اسلام دشمنی میں جو سوچا تھا اسے اپنے وسائل کے مطابق کر دکھایا۔ ایسی صورت میں وہ اللہ کی سنت کے مطابق عذاب کا استحقاق حاصل کر چکے تھے۔

اللہ کے عذاب کا مطالبہ کرنا

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۳۲) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (۳۳)

[الأنفال:۳۲-۳۳]

اور یاد کرو، جب انھوں نے کہا تھا کہ خدایا، اگر تیرے پاس سے یہی حق (نازل ہوا) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ اور یاد کرو، جب انھوں نے کہا تھا کہ خدایا، اگر تیرے پاس سے یہی حق (نازل ہوا) ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا [الإسراء:۹۲]

(ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے مطلوبہ معجزات نہ دکھاؤ) یا جیسا کہ تم کہتے ہو، ہمارے اوپر ٹکڑے ٹکڑے آسمان نہ گرا دو یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو لا کر ہمارے سامنے کھڑا نہ کر دو۔

سردارانِ قریش کے طاغوتی کردار کا خلاصہ

سردارانِ قریش کے طاغوتی کردار کی جو تفصیل ہم نے آیت بہ آیت پڑھی ہے، اب اس تفصیل کا خلاصہ کرتے ہیں تاکہ ایک طائرانہ نظر میں اس کا حاصل مطالعہ ہمارے سامنے آ جائے۔

1. سردارانِ قریش حق کو پہچان کر بھی نبی ﷺ کے خلاف پروپیگنڈے کر رہے تھے اور قوم کو بھی اسی جہالت پر قائم رہنے کا پابند کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ خود بھی ایمان لانے سے انکاری تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔
2. وہ لوگ کسی آسمانی، عقلی یا علمی دلیل کی بنا پر نہیں، بلکہ صرف تعصب کی بنا پر باپ دادا کے دین کی پیروی کئے رکھنے کا عزم کئے ہوئے تھے اور حق کا انکار کئے ہوئے تھے۔
3. حق کو اس لئے بھی قبول نہیں کر رہے تھے کہ اس کے مابعد نتائج سے خوف زدہ تھے کہ کہیں ان کو سرزمینِ عرب کی حکمرانی ہی سے ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔
4. وہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کا اعلانیہ کفر کرتے تھے، انہوں نے کبھی بھی قرآن یا پیغمبرِ اسلام محمد ﷺ پر ایمان لانے کا اعتراف نہیں کیا۔
5. ان کو یہ بھی زعم تھا کہ اگر قرآن کا نزول ہونا ہی ہوتا تو ہم میں سے کسی بڑے سردار پر ہو جاتا، چنانچہ وہ خود کو منصبِ رسالت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے۔
6. لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کے لئے وہ قرآن مجید کو سننے سے منع کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ شور مچاتے، قرآن مجید میں عیب جوئی کرتے اور قرآن کی دعوت سے دور رکھنے اور لوگوں کا دھیان تبدیل کرنے مختلف لغویات کا اہتمام کرتے، تاکہ لوگ انہی میں مشغول رہیں۔
7. قرآن مجید کے متعلق مختلف طریقے سے پروپیگنڈا کرتے، اسے جادو، شاعری، کاہن کا کلام، کوئی عجمی سازش، پچھلے لوگوں کی کہانیاں اور کبھی اسے رسول اللہ ﷺ کے پریشان خواب قرار دیتے۔
8. لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے دور رکھنے کے لئے آپ کو مختلف القابات سے نوازتے، الزامات تراشی کرتے اور بہتان بازی سے کام لیتے تھے۔
9. وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا شعوری طور پر صاف انکار کرتے تھے، اسی لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور سمجھنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور ہر نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ رہے تھے۔
10. وہ لوگ اپنے شرک کی کوئی تاویل نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے شرک پر خود گواہی دیتے تھے اور اسے اللہ کی جانب سے مقرر کردہ طریقہ کہتے تھے۔
11. قریش کے سرکش لوگوں کی ہٹ دھرمی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے سے بھی روک دیا تھا۔
12. اسلام کی تعلیمات سے اس قدر بغض تھا کہ کہتے تھے خود اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔

13. جب تمام چالیں ناکام ہو گئیں تو منکرین قریش نے رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے، قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کی پلاننگ کی اور نبی ﷺ اور صحابہ کو مکہ سے نکال دیا اور بعد میں پیچھے جنگ کر کے نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بھی چل نکلے، مگر اللہ کی سنت کے ظہور نے ان کی جڑ کاٹ دی۔

ان کے علاوہ بھی بحیثیت قوم ان کے بے شمار جرائم تھے، لیکن یہاں صرف ان چند جرائم کا ذکر کیا گیا ہے جو صرف یہ واضح کریں کہ کس طرح انہوں نے شیطان کی قدم بہ قدم پیروی کرتے ہوئے طاغوتی کردار کو اختیار کر رکھا تھا۔

جاری ہے۔۔

سفر نامہ

محمد مبشر نذیر

قرآن اور بائبل کے دیس میں (پارٹ-12)

(2006-07)

جیزان، فیفا اور ابہا

اگست میں جدہ میں شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ میں ان دنوں دفتر سے چھٹیاں لے کر سعودی عرب میں سیٹل ہونے کی تھکن اتار رہا تھا۔ پاکستان میں عموماً ہر سال گرمی کے موسم میں ہم شمالی علاقہ جات کی طرف جایا کرتے تھے۔ اب یہاں شمالی علاقہ جات کہاں سے لے کر آتے چنانچہ ہم نے جنوبی علاقہ جات کے سفر کا ارادہ کیا۔ جزیرہ نمائے عرب کا جنوب مغربی حصہ، عرب کے شمالی علاقے کی نسبت کافی سرسبز ہے۔ زمانہ قدیم میں یمن، عرب کے سب سے زرخیز اور امیر ترین ممالک میں شمار ہوتا تھا۔ قدیم یمن کا کافی بڑا حصہ اب سعودی عرب میں شامل ہے۔ یہ علاقہ خاصا سرسبز و شاداب ہے۔ اگرچہ سبزہ ہمارے شمالی علاقہ جات جتنا تو نہیں لیکن باقی عرب کے مقابلے میں کافی بہتر ہے۔

ہم لوگ علی الصبح فجر کی نماز کے فوراً بعد روانہ ہوئے۔ بچوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ وہ صحرا میں طلوع آفتاب کا منظر دیکھ سکیں۔ ہم لوگوں نے اکثر ساحل پر غروب آفتاب کا منظر تو دیکھا ہی تھا لیکن موجودہ شہری زندگی میں طلوع آفتاب کا منظر ایک خواب سا بن گیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ جدید شہری سہولیات نے ہمیں فطرت سے دور کر دیا ہے۔ جدہ رنگ روڈ سے ہم حراج جانے والی سڑک پر مڑے۔ یہ پرانی گاڑیوں کا مرکز ہے اور یہاں بہت سے شوروم واقع ہیں۔ حراج سے ایک سڑک سیدھی جیزان کی طرف نکلتی ہے۔ ہم اسی پر ہو لئے۔

دور قدیم کا تجارتی راستہ

پولیس چوکی سے ہم گزرے تو "جیزان 852 کلومیٹر" کا بورڈ نظر آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں جیزان پہنچنے کے لئے کم و بیش سات آٹھ گھنٹے کی ڈرائیونگ درکار تھی۔ راستے میں آرام کرنے کا وقت خود ہم پر منحصر تھا۔ تہامہ کا وسیع ریتلا میدان ہمارے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ ہمارے دائیں جانب بحیرہ احمر کا ساحل تھا جو یہاں سے چند کلومیٹر دور ہونے کے باعث نظر نہ آ رہا تھا۔ بائیں جانب صحرائی پہاڑیوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ یہ دور قدیم کا تجارتی راستہ تھا۔ یہاں میرے ذہن میں سورۃ قریش کے الفاظ گونجنے لگے:

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ. إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ۔

"چونکہ قریش مانوس ہوئے۔ (یعنی) گرمی اور سردی کے موسموں میں سفر سے مانوس۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔" (القریش 106)

قدیم زمانے کی بین الاقوامی تجارت عرب کے راستے ہوا کرتی تھی۔ دنیا میں ایک جانب ہندوستان اور چین کے ممالک تھے جو اپنی زرعی اور صنعتی پیداوار کے لئے مشہور تھے۔ دوسری جانب روم کی عظیم بازنطینی سلطنت ہوا کرتی تھی۔ دنیا کے ان دونوں کناروں کے درمیان سمندری راستے ابھی پوری طرح دریافت نہ ہوئے تھے۔

ہندوستان اور چین کے ساحلوں سے بحری جہاز مال بھر کر یمن تک آیا کرتے۔ یہاں عرب ان سے مال خرید لیتے۔ یہ مال عرب لے کر شام تک جایا کرتے، جہاں بحیرہ روم کے راستے آنے والے رومی تاجروں کو وہ یہ مال فروخت کرتے۔ اس کے بدلے وہ کچھ مال رومی تاجروں سے خریدتے اور یمن لا کر ہندی اور چینی تاجروں کو بیچ دیتے۔ یمن اور شام کے یہ سفر بحیرہ احمر کے ساتھ ساتھ تجارتی شاہراہ پر طے ہوتے جو اب کوسٹل ہائی وے کہلاتی ہے۔ صرف مکہ کے پاس جا کر قافلے سمندر سے کچھ دور ہوتے کیونکہ مکہ پورے عرب کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ اس دور میں ایران کی ساسانی سلطنت خلیج فارس کے راستے ہونے والی تجارت پر اپنا قبضہ جما چکی تھی اس لئے بحیرہ احمر والا راستہ انتہائی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔

اس دور کا عرب بہت سے قبائل پر مشتمل تھا۔ ان میں سے کئی قبائل کا پیشہ ہی لوٹ مار اور راہزنی تھا۔ یہ قبائل تجارتی قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ قبیلہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد قصی بن کلاب کے زمانے تک پورے حجاز میں منتشر تھا۔ قصی نے انہیں مکہ میں اکٹھا کیا اور اطراف عرب سے آنے والے حجاج کی خدمت کا بہترین نظام قائم کیا۔ مکہ میں حج تو سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام کے زمانے سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ قریش کی ان کاوشوں کے نتیجے میں پورے عرب میں ان کی عزت بڑھتی گئی لیکن قریش کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ ان کا گزارا حج کے موقع پر کی جانے والی کمائی پر ہی ہوتا جو پورے سال کے لئے ناکافی تھی۔ ان پر اکثر فاقوں کی نوبت آ جاتی اور بعض افراد فاقوں سے جان دے دیتے۔

قصی کے پوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کو بین الاقوامی تجارت میں حصہ لینے کا خیال آیا۔ انہوں نے اپنے تین بھائیوں کو ساتھ ملایا اور یمن اور شام کے درمیان تجارت شروع کی۔ انہوں نے گرمی کے موسم میں شام اور سردیوں میں یمن کا سفر کرنا شروع کیا۔ عرب قبائل، حرم سے ان کے تعلق کے باعث ان کا احترام کرتے تھے چنانچہ ان کے قافلوں کو راہزنوں سے کوئی خطرہ پیش نہ آیا۔ ان کی تجارت چمکتی گئی اور قریش کی غربت دور ہو گئی۔

مختلف ممالک کی طرف سفر کرنے اور ان کے لوگوں سے ملنے کے باعث ان کا ذہنی افق (Exposure) وسیع ہوتا گیا اور معاملہ فہمی اور فراست میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ رہا۔ یہ لوگ اس دور کا رسم الخط بھی دوسرے ممالک سے لے آئے جو بعد میں قرآن لکھنے کے لئے بھی استعمال ہوا۔ قریش میں تعلیم عام ہوئی اور ان میں پڑھے لکھے لوگ دوسرے قبائل کی نسبت زیادہ ہونے لگے۔ ایک روایت کے مطابق، عرب کی سرداری جو پہلے حمیر والوں کے پاس تھی، اب قریش کے پاس آگئی۔ اس سورہ میں انہی احسانات کا ذکر کیا گیا ہے اور قریش کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد ابراہیم و اسماعیل اور ان کے بنائے ہوئے گھر کے خدا کی عبادت کیا کریں اور شرک کی غلاظت سے خود کو بچائیں۔

انسان بڑا ہی ناشکرا واقع ہوا ہے۔ جب اسے مشکل پیش آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن جب اسے خوشحالی عطا ہوتی ہے تو وہ اس کی نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ ایسا ہی قریش کے ساتھ ہوا۔ اس خوشحالی نے انہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کے خادم ہونے کے باوجود اس سے غافل کر دیا۔ جب اللہ نے اپنے آخری رسول کو ان کی طرف مبعوث کیا تو یہ لوگ مقابلے پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے صالح عناصر جب ایمان لائے تو انہوں نے ان کا جینا حرام کر دیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب مسلمانوں کی تلواروں کی صورت میں مسلط کر دیا۔

سنگل روڈ اور لیفٹ ہینڈ ڈرائیو

مکہ اور مدینہ کی طرح جیزان جانے والی سڑک موٹر وے نہیں تھی۔ یہ ایک کافی چوڑی سنگل روڈ تھی لیکن اس کی کوالٹی بہت بہتر تھی۔ پاکستان میں سنگل روڈز کی کوالٹی عام طور پر خراب ہی ہے۔ ایسی اچھی سنگل روڈ میں نے پاکستان میں صرف دو مقامات پر دیکھی ہے: ایک حیدر آباد اور دادو کے درمیان اور دوسری جھنگ اور کبیر والا کے درمیان۔ موٹر ویز پر سفر کے بعد مجھے سنگل روڈ پر گاڑی چلانا عجیب سا لگ رہا تھا۔

اس موقع پر مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جن ممالک میں سڑک کے دائیں جانب چلنے کا اصول (Keep Right) اپنایا جاتا ہے، ان میں گاڑیوں کے اسٹیرنگ بائیں جانب کیوں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس (Keep Left) والے ممالک میں اسٹیرنگ دائیں جانب ہوتے ہیں۔ اسٹیرنگ کے دائیں بائیں ہونے سے ڈبل روڈ پر تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا لیکن سنگل روڈ پر یہ بہت نمایاں ہو جاتا ہے۔ اگلی گاڑی کو اوورٹیک کرنے کے لئے انسان کو دوسری جانب کے ٹریک پر آنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر اگر ڈرائیور روڈ کے درمیان کی طرف ہو تو اوورٹیکنگ کافی آسان ہو جاتی ہے ورنہ دوسری سمت سے آنے والی گاڑی صحیح طور پر نظر نہیں آتی۔ اس سڑک پر بھی ہم آسانی سے 120 سے 140 کی رفتار پر سفر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی نسبت انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ تجربے سے سیکھتا ہے اور اپنی بنائی ہوئی چیز کو بہتر بناتا جاتا ہے۔ کاش انسان یہی رویہ اپنے اخلاق و کردار کے بارے میں بھی اختیار کر سکے۔

صحرا میں طلوع آفتاب

تھوڑی دور جا کر سورج طلوع ہو گیا۔ ہمارے شرقی جانب پہاڑیوں کے درمیان سے سورج آہستہ آہستہ بلند ہوا اور پھر ہوتا چلا گیا۔ یہ منظر غروب آفتاب سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ فرق صرف سورج کے گرنے اور چڑھنے کا تھا۔ انسان کی زندگی میں بھی یہ مراحل آتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی اس پر زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ وہ زندگی کے مسائل سے نمٹتا ہوا کامیابی کا زینہ طے کر کے چڑھتا جاتا ہے۔ پھر اس کا زوال شروع ہوتا ہے اور وہ مسائل کا شکار ہو کر گرتا چلا جاتا ہے۔

انسان کی پوری زندگی عروج و زوال کے فلسفے کی عملی تعبیر نظر آتی ہے۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر اور صبر کا امتحان ہوتا ہے۔ کامیابی کے وقت شکر اور مصیبت کے وقت صبر، یہی انسان کی اصل کامیابی کا راستہ ہے جو اسے اس کی اصل زندگی یعنی آخرت میں ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اسی صبر و شکر کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔

ہمارے دائیں بائیں اونٹوں کے بہت سے باڑے شروع ہو گئے۔ سنہری، سفید اور سرخ رنگ کے ہر سائز کے اونٹ بہت خوبصورت نظر آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر ضرورت کی تکمیل کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے صحرائی سفر کے لئے اونٹ پیدا کئے اور پھر اسے عقل دی کہ وہ اس سے بہتر سواریاں بنا سکے۔ یہ سب چیزیں انسان کو اس کے مالک کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ جو اس ترغیب پر اپنے مالک کا واقعی شکر ادا کرتے ہیں۔

شعیبہ اور ہجرت حبشہ

اب ہمیں سمندر کی جانب بجلی اور پانی کا ایک پلانٹ نظر آنے لگا۔ دور افق پر اس کا سفید دھواں پھیل رہا تھا۔ پورے سعودی عرب میں ساحل کے ساتھ یہ پلانٹ لگے ہوئے ہیں جہاں سے بجلی اور سمندر کا صاف شدہ پانی ملک بھر میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ یہ مقام شعیبہ کہلاتا ہے۔ اسی مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بندرگاہ ہوا کرتی تھی۔ اہل مکہ کے ظلم کی چکی میں پستے ہوئے مظلوم مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حبشہ ہجرت کی اجازت دے دی۔ یہ لوگ مکہ سے نکل کر شعیبہ آئے اور یہاں سے کشتیوں پر بیٹھ کر ایتھوپیا کے ساحل پر جا اترے۔ وہاں سے یہ حضرات دارالحکومت "اکسوم" پہنچ کر وہیں آباد ہو گئے۔

قریش نے عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ)، جو بعد میں اسلام لائے، کی قیادت میں ایک وفد وہاں کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلایا۔ اس موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے تفصیل سے اپنے دین کی دعوت نجاشی کے سامنے پیش کی۔ نجاشی ایک انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ طویل عرصہ یہیں رہے۔ ان میں سے بہت سے لوگ بعد میں مدینہ ہجرت کر گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اطراف عالم کے بادشاہوں کو خط لکھ کر اللہ تعالیٰ کی جانب سے الٹی میٹم دیا تو صرف نجاشی ہی تھے جو ایمان لائے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ان کی نماز جنازہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پڑھائی۔

ہجرت حبشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دین حق کے لئے قربانیوں کی ایک عظیم داستان ہے۔ ہم ان لوگوں کا حق ادا نہیں کر سکتے جنہوں نے اپنی جان پر سختیاں جھیل کر اس دین کو اس کی اصل حالت میں ہم تک پہنچایا۔

بعد میں ایک موقع پر ہم لوگ شعیبہ کا ساحل دیکھنے کے لئے گئے۔ پاور پلانٹ کے قریب یہ ساحل نہایت ہی دلفریب نظاروں پر مشتمل تھا۔ اس مقام پر بعض لوگ سمندر میں غوطہ خوری کا شوق پورا کرتے ہیں۔ شعیبہ کے بعد ہمیں ایک عجیب قدرتی منظر دیکھنے کو ملا۔ ریت پہاڑوں کی چوٹیوں تک پھیلی ہوئی تھی اور چوٹیاں دھند میں لپٹی ہوئی تھیں۔ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صناعی کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور اس کی زبان پر یہی جاری ہوتا ہے کہ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ**۔

شعیبہ کا ساحل (تصویر احمد الفتانی)
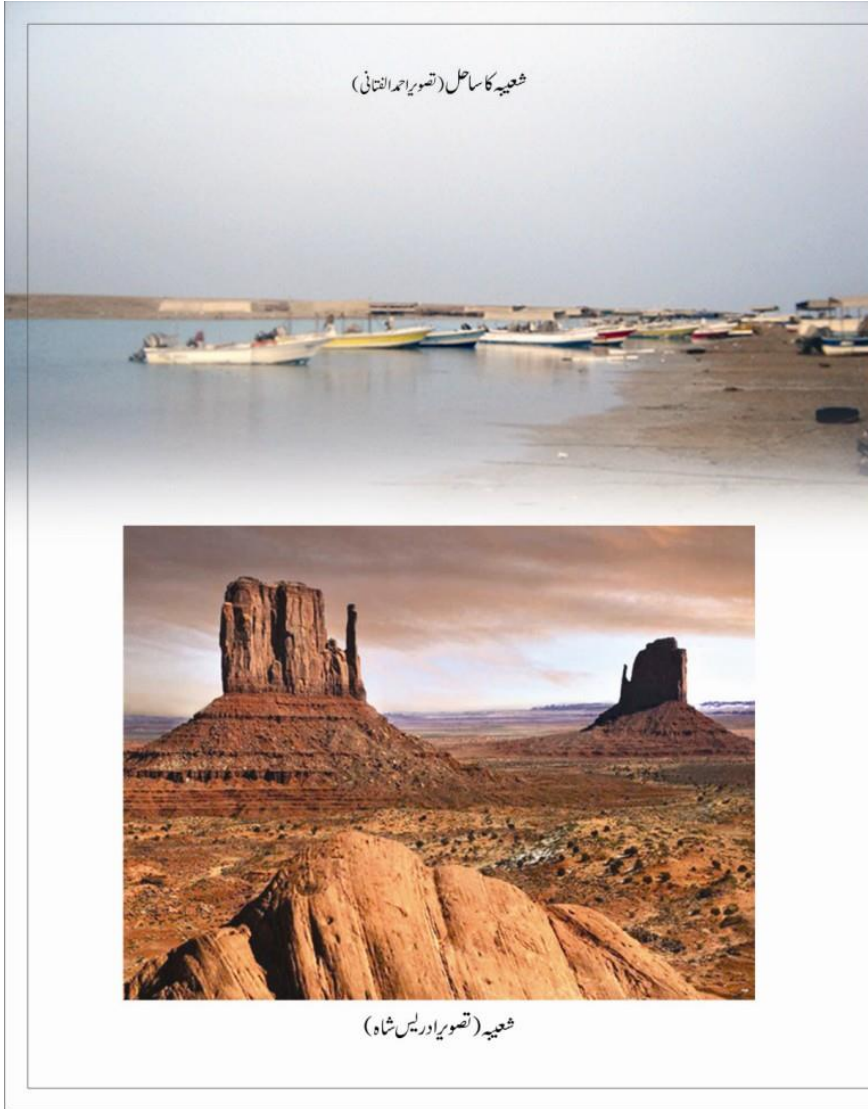
شعیبہ (تصویر ادریس شاہ)

سمندر سے نہر

مکہ سے جیزان آنے والی سڑک یہاں ہم سے آملی۔ عین ممکن ہے کہ قریش کے تجارتی قافلے بھی یہیں سے مکہ کے لئے مڑتے ہوں گے۔ اب ہم "لیث" کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا صاف ستھرا ساحلی شہر تھا۔ گاڑی کا میٹر 130 کا ہندسہ دکھا رہا تھا۔ میری گاڑی میں میل بتانے والا میٹر نصب ہے، اس لئے میں یہاں ان میلوں کو کلومیٹرز میں تبدیل کر کے لکھ رہا ہوں۔ لیث، جدہ سے 208 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہم یہ فاصلہ دو گھنٹے میں طے کر کے یہاں پہنچے تھے۔ اس لئے آرام ضروری تھا۔

گوگل ارتھ پر میں لیث کو تفصیل سے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ یہاں ہمارے لئے ایک نئی چیز تھی۔ یہاں بہت سے زرعی فارمز موجود تھے اور سمندر سے ایک نہر نکال کر ان فارمز تک پہنچائی گئی ہے۔ اس پانی کو ٹریٹ کر کے پودوں کے لئے قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔ اس نہر کے باعث لیث ہرا بھرا نظر آ رہا تھا۔ ہم سیدھے ساحل تک گئے جہاں ایک خوبصورت پارک بنا ہوا تھا۔ بچے یہاں جھولا جھولنے لگے اور ہم لوگ گھر سے ساتھ لائے ہوئے برگر اور پراٹھے کھانے لگے۔ کچھ دیر بعد ہم نہر کی طرف گئے۔ یہاں گھنے ساحلی جنگلات تھے جو بالکل کراچی کے ہاکس بے اور سینڈز پٹ کے جنگلات سے مشابہ تھے۔ ایک بہت بڑی کریک بھی یہاں موجود تھی۔ کچھ دیر یہاں گزار کر ہم نے اپنا سفر دوبارہ شروع کیا۔

عبرت دلانے والے ڈھانچے

لیث کے بعد ہمیں ریت کے سمندر نے آلیا۔ ایک طویل میدان میں بس ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک چھپر جو شدید گرمی سے بچنے کے لئے مقامی لوگوں نے تعمیر کیا تھا، نصف سے زائد ریت میں دفن ہو چکا تھا۔ شاید اس علاقے میں ریت کے طوفان آتے ہوں گے۔ سڑک کے ساتھ جابجا گاڑیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ یہ حادثوں میں تباہ شدہ گاڑیاں تھیں۔ شاید انہیں عبرت کے لئے روڈ کے کنارے چھوڑ دیا گیا تھا۔

مجھے اس میں عبرت کے دو پہلو نظر آئے: ایک تو غیر محتاط ڈرائیونگ کا انجام اور دوسرا غیر محتاط زندگی کے لئے موت کی وارننگ۔ انسان اگر سفر میں غیر محتاط ڈرائیونگ کرے تو اس کا انجام ایکسیڈنٹ اور پھر موت کی صورت میں نکلتا ہے۔ دوسری طرف اگر انسان غیر محتاط زندگی گزارے تو پھر اچانک موت آ کر اسے اس کی اصل زندگی کی طرف لے جاتی ہے جو اس کے غیر محتاط رویے کے باعث اس کے لئے خوشگوار نہیں ہوتی۔ جو لوگ ذمہ داری سے اپنی زندگی دین اور اخلاق کے مطابق گزارتے ہیں، ان کی اصل زندگی یعنی آخرت بہت خوشگوار ہو گی۔

سمندر میں نہر

گول کھیت

مل بانٹ کر کھانے کی برکت

ہم اب "حمدانہ" سے گزر کر "مظلائف" کے قصبے میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے قصبے تھے۔ میں ان لوگوں کی معیشت کے بارے میں سوچنے لگا۔ سعودی عرب کا صرف مشرقی صوبہ تیل کی دولت سے مالا مال ہے لیکن اس دولت کو بیچ کر جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ پورے ملک کے عوام پر خرچ کی جاتی ہے جس سے پورے ملک میں خوشحالی آتی ہے۔ انسان اگر مل بانٹ کر کھائے تو سب لوگوں کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں لیکن قوم پرستی کے تنگ نظریے نے انسان کو محدود

کر دیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے گروہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت پر قابض ہیں۔ وہ اسے اپنے مفاد کے لئے خرچ کرتے ہیں اور زمین کے دوسرے حصوں پر موجود ان کے بھائی اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔

مصنوعی کریک

اب ہم "قنفذہ" کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ یہ بھی ایک خوبصورت چھوٹا سا شہر تھا۔ ہم شہر کے اندر داخل ہوئے۔ یہاں بھی لیث کی طرح ساحلی پارک تھا جو زیادہ خوبصورت نہ تھا۔ ہلکے سبز رنگ کا بحیرہ احمر کا پانی نہایت دلفریب منظر پیش کر رہا تھا۔ سمندر سے شہر میں ایک مصنوعی کریک بنائی گئی تھی جو کہ ایک بہت بڑی نہر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اس کی چوڑائی ہمارے پنجاب اور سندھ کی نہروں سے تین گنا زیادہ تھی۔ دور سمندر میں مچھلیوں کے ٹرالر کھڑے تھے۔ پورے کا پورا ساحل بہت ترتیب سے مصنوعی طور پر تراشا گیا تھا۔ ساحل پر مصنوعی دائرے بنائے گئے تھے جن میں پانی آکر کھڑا ہوا تھا۔ شہر سے ہم نے کھانے پینے کی اشیا خریدیں اور آگے روانہ ہو گئے۔

گول کھیت

اب ہمیں بہت سے فارم ہاؤسز نے آلیا بلکہ زیادہ درست یہ ہے کہ ہم نے انہیں جالیا۔ سعودی عرب کے فارم ہاؤسز کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ بالکل گول شکل کے ہوتے ہیں۔ ایسا ان کے آبپاشی کے نظام کی وجہ سے ہے۔ ہمارے یہاں تو پانی بکثرت پایا جاتا ہے اس لئے اسے ضائع بھی بہت کیا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ پانی کی قلت ہے اس لئے آبپاشی کے لئے ایک خاص میکنزم اختیار کیا جاتا ہے۔

اس میکنزم میں پانی کا ایک بہت بڑا پائپ ہوتا ہے جس کے دونوں جانب پہیے لگے ہوتے ہیں۔ درمیان سے یہ پائپ پانی کے مرکزی ذخیرے سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ پائپ اپنے مرکز کے گرد گردش کرتا ہے۔ موٹر چلا کر پانی اس پائپ میں لایا جاتا ہے جو اس میں موجود سوراخوں سے باریک دھاروں کی شکل میں باہر گرتا ہے۔ یہ پائپ اپنے پہیوں پر حرکت کرتے ہوئے پورے فارم کو سیراب کرتا ہے۔ چونکہ یہ حرکت دائروی ہوتی ہے اس لئے فارم کا ڈیزائن بھی دائروی شکل کا ہوتا ہے۔ گوگل ارتھ کی سیٹلائٹ تصاویر میں یہ فارم سبز رنگ کے بہت سے گول دائروں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

دائرے والی کریک

سبزے میں سے گزر کر ہم ایک خشک دریا تک جا پہنچے۔ اس کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے شہر آباد تھے جیسا کہ ہمارے تمام دریاؤں پر ہے۔ اس کے بعد ریت کی جگہ سرمئی رنگ کے پتھروں نے لے لی۔ یہاں روڈ سمندر کے بالکل قریب آچکی تھی۔ سمندر کا پانی ایک کریک کی شکل میں موجود تھا جس کے نیلے پانی کو دیکھ کر مجھے اپنے سندھ کی کینجھر جھیل یاد

آ گئی جہاں ہم کراچی سے تقریباً ہر مہینے جایا کرتے تھے۔ اس کریک کے بعد ایک اور کریک تھی جو بالکل نصف دائرے کی شکل کی تھی۔ ساحل کا کٹاؤ قدرتی طور پر نصف دائرے کی شکل کا تھا اور بہت خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی صناعی واقعی بہت حسین ہے۔ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

تھوڑی دور جا کر ہمیں ایک جیسے بے شمار مکانات نظر آئے جن پر شوخ رنگ کئے گئے تھے۔ تیز گلابی، سرخ، طوطے والا سبز، کھلتا ہوا نیلا، یہ تمام رنگ بہت بھلے لگ رہے تھے۔ دیہاتی کہیں کے بھی ہوں، ان کا مزاج ملتا جلتا ہے۔ انہیں عموماً شوخ رنگ زیادہ پسند ہوتے ہیں۔ ان مکانات کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جس پر اسی قسم کے رنگ کئے گئے تھے۔ میں نے زندگی بھر اتنی ٹیکنی کلر مسجد نہیں دیکھی۔ اگلا شہر ذھبان تھا۔ اس کے فوراً بعد "القحمہ" کا قصبہ تھا۔ ہم اب 540 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ بھوک بھی لگ رہی تھی اور ظہر کا وقت بھی ہو رہا تھا۔ ہم نے ایک اچھا سا ریسٹورنٹ دیکھ کر گاڑی روک دی۔

اس ریسٹورنٹ کے صحن میں گھنا سبزہ اور پھول اگے ہوئے تھے۔ غالباً رات کو یہاں باربی کیو ہوتا ہو گا۔ ہم فیملی ہال میں جا بیٹھے۔ یہ ایک عرب ہوٹل تھا۔ ایک شوکیس میں مچھلیاں سجی تھیں۔ میں نے 'رہو' سے ملتی جلتی تین مچھلیاں پسند کیں اور ان کے تکے بنانے کا آرڈر دیا۔ فش تکہ کے ساتھ چاول بھی ساتھ آئے۔ عرب لوگ بکروں کی طرح مچھلی کو بھی سالم ہی پکاتے ہیں۔ میری فیملی کو آنکھوں والی مچھلی سے خاصی کراہت محسوس ہوئی۔ کھانا مزیدار تھا لیکن اسماء کو پسند نہ آیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پاکستانی کھانے ملیں۔ میں نے جب اسے یہ بتایا کہ یہاں پاکستانی ہوٹل نہیں ہوتے تو اس نے اسے سخت ناانصافی قرار دیا۔

ہم باہر نکلے تو سخت لو چل رہی تھی اور ریت اڑ رہی تھی۔ قریب ہی مسجد تھی۔ وہاں جا کر ہم نے نماز ادا کی اور پھر اپنا سفر شروع کیا۔ تھوڑی دور جا کر ہم "الدرب" کے قصبے میں داخل ہوئے۔ اب ہم 627 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ یہاں سے ایک روڈ جیزان اور دوسری ابہا کی طرف نکل رہی تھی۔ ہمارا ارادہ چونکہ پہلے جیزان جانے کا تھا اس لئے ہم اس طرف روانہ ہوئے۔

ریت کا طوفان

تھوڑی دور جا کر ریت کا طوفان شدت اختیار کر گیا۔ اس وقت وہی کیفیت تھی جو سردیوں میں لاہور میں دھند کے باعث ہوتی ہے۔ چند فٹ کے فاصلے پر بھی کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ تمام گاڑیوں کی لائٹیں جل رہی تھیں اور سب لوگ 60 کی رفتار سے سفر کر رہے تھے۔ ریت پوری قوت سے گاڑی سے ٹکرا رہی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ کافی دیر ہم آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے۔ پورا علاقہ پوٹوہار کی طرح اونچا نیچا تھا لیکن پہاڑیوں کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی۔ روڈ کے دونوں طرف جا بجا فارم ہاؤس نظر آ رہے تھے۔ پہلے "ام خشب" کا شہر آیا اور اس کے بعد "صبیہ"۔ اس کے بعد "ظبیہ" کا قصبہ تھا۔ یہاں سے کچھ ہی دیر کے

بعد ہم جیزان میں داخل ہو چکے تھے۔

جیزان

اپنی منزل پر پہنچ کر سب سے تکلیف دہ مرحلہ ہوٹل کی تلاش ہوتا ہے۔ ایسا ہوٹل جو اپنے ماحول اور قیمت کے لحاظ سے مناسب ہو، تلاش کرنا کافی مشکل کام ہے اور وہ بھی اس وقت جب آپ 850 کلومیٹر کا سفر طے کر کے تھکن سے چور ہوں۔ سعودی عرب میں ہوٹلوں کے علاوہ فرنشڈ اپارٹمنٹ بھی یومیہ کرائے پر ملتے ہیں۔ ہمیں بھی بالآخر ایک اپارٹمنٹ پسند آ گیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم ساحل کی جانب روانہ ہوئے تاکہ غروب آفتاب کا منظر دیکھ سکیں۔ یہاں کوئی خاص منظر نہ تھا۔ پانی گرے رنگ کا تھا۔ مغرب کے وقت ہم روانہ ہوئے اور ایک بہت بڑی مسجد میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد فیملی کے لئے ایک ترک ریسٹورنٹ سے کھانا پیک کروایا اور اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آ گئے۔

جیزان جنوب کی جانب سعودی عرب کا آخری شہر ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا جدید شہر ہے۔ یہ یمن کے بارڈر کے بالکل قریب ہے۔ یمن کا دار لحکومت صنعاء یہاں سے محض تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ صنعاء سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر "سد مآرب (Ma'arib Dam)" کے مشہور تاریخی آثار ہیں جو یمن میں سیاحوں کے لئے سب سے زیادہ کشش رکھتے ہیں۔

جیزان شہر، سعودی عرب کے صوبہ جیزان کا دارالحکومت بھی ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ 1934 میں سعودی عرب میں شامل ہوا۔ اس شہر کے قریب ہی جزائر فراسان ہیں جو سیاحت کے لئے مشہور ہیں۔ افسوس ہم لوگ ان جزائر کی سیر نہ کر سکے۔

صوبہ جیزان سعودی عرب کا زرعی علاقہ ہے۔ یہاں کی انجیر اور آم مشہور ہیں۔ سعودی عرب میں آموں کی بہت ورائٹی کھانے کو ملی۔ بغیر کسی تعصب کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا بھر میں نمبر ون کوالٹی کا آم، پاکستان کا ہے۔ پاکستانی آم بالخصوص چونسا، انور ریٹول اور دوسہری یہاں سب سے مہنگا بکتا ہے۔ اس کے بعد انڈیا کے الفانسو کا نمبر ہے۔ یمنی یا سعودی آم سستا ملتا ہے لیکن اس کی کوالٹی اور ذائقہ بھی پاکستانی آم کے مقابلے میں کچھ نہیں۔

جیزان کا کلچر سعودی سے زیادہ یمنی ہے۔ ہم لوگ چونکہ غیر عرب ہیں اس لئے اس میں زیادہ فرق محسوس نہیں کر سکے۔ لوگوں کی شکلوں میں یمنی نقوش نمایاں تھے۔ سعودی عرب اور یمن میں سرحدی تنازعہ پایا جاتا ہے۔ یمن، جیزان، نجران، عصیر اور الباحہ کے سعودی صوبوں پر دعویٰ کرتا ہے۔ اس مسئلے پر دونوں ممالک کے مابین ایک جنگ بھی ہو چکی ہے۔ جیزان میں سلطنت عثمانیہ کے دور کا ایک قلعہ بھی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے وقت یہ علاقے سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھے۔ جنگ کے بعد جب سلطنت عثمانیہ کے حصے کئے گئے تو

1918 میں شمالی یمن آزاد ملک بن گیا۔ جنوبی یمن پر برطانیہ نے اپنا قبضہ رکھا جو کہ 1967 میں آزاد ہوا۔ 1970 میں جنوبی یمن نے کمیونزم کا نظام اختیار کر لیا۔ 1990 میں یہ دونوں ممالک متحد ہو کر موجودہ یمن کی شکل اختیار کر گئے۔ شاید انہوں نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا ہو گا کہ اتفاق میں برکت ہے۔

فیفا ماؤنٹین

صبح ہم دوبارہ فجر کے بعد روانہ ہوئے۔ اب ہماری منزل "فیفا ماؤنٹین" تھی۔ پہلے تو ہمارا ارادہ یہیں کسی پاکستانی ہوٹل سے ناشتہ کرنے کا تھا لیکن اس میں دیر ہو جاتی کیونکہ یہاں اتنی جلدی ہوٹل نہیں کھلتے۔ غلطی سے میں ائر پورٹ میں گھستے گھستے بچا۔ پھر ایک پولیس والے سے فیفا کا راستہ پوچھا تو اس نے نہایت خندہ پیشانی سے تفصیل بتائی۔ کچھ دور جا کر ہم پھر غلط راستے پر مڑ گئے۔ میں نے ایک پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور سے فیفا کا راستہ پوچھا تو اس نے ہمیں صحیح راستے پر ڈالا۔

اب ہم واپس 'صبیہ' کی طرف جا رہے تھے۔ صبیہ سے ہم شرقی جانب مڑے اور فیفا کی طرف روانہ ہو گئے۔ فیفا کے بارے میں میں نے پہلی مرتبہ ایک ٹورازم بروشر پر پڑھا تھا کہ یہ سعودی عرب کے بلند ترین پہاڑ ہیں۔ اس کے بعد میں نے انٹر نیٹ پر فیفا کے بارے میں سرچ کیا تو اس کی کچھ تصاویر ہاتھ لگیں جو فیفا کے رہنے والے ایک انجینئر ماجد الفیفی نے انٹر نیٹ پر رکھی تھیں۔ میں نے ان سے ای میل پر رابطہ کیا اور فیفا کے بارے میں معلومات طلب کیں۔ انہوں نے پر جوش طریقے سے جواب دیا اور مجھے راستے اور موسم وغیرہ کی تفصیل بتائی۔ ان کے مشورے پر ہی میں نے یہ سفر اگست کے مہینے میں رکھا تھا۔

صبیہ سے آگے عیلانی کے مقام پر میں نے ایک پاکستانی سے کسی ہوٹل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے ایک انڈین ہوٹل کا بتایا جہاں سے ہم نے ناشتہ لیا اور آگے روانہ ہوئے۔ اگلا شہر "دائر" تھا۔ یہ فیفا کا بیس کیمپ تھا۔ یہاں سے اصل چڑھائی شروع ہو رہی تھی۔ فیفا کی بلندی 11000 فٹ ہے۔ یہاں ایک چیک پوسٹ بھی بنی ہوئی تھی۔ ہم نے اس پر موجود فوجی سے فیفا کا راستہ پوچھا تو جواب ملا، "رح سیدھا" یعنی سیدھے چلے جاؤ۔ پتہ نہیں عربی میں یہ 'سیدھا' کہاں سے آ گیا۔ شاید انہوں نے یہ ہم پاکستانیوں سے ہی سیکھا ہے۔

تتہ پانی

چیک پوسٹ کے فوراً بعد "عین الحارۃ" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہاں گرم پانی کے چشمے تھے۔ اس نام کا اگر پنجابی یا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا جائے تو یہ "تتہ پانی" بنے گا۔ اس نام کے کئی مقامات کشمیر میں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ راولا کوٹ سے کوٹلی آتے ہوئے راستے میں، ہجیرہ کے بعد ہم تتہ پانی کے مقام سے گزرے تھے۔ یہاں بھی گرم پانی کے چشمے تھے۔ کراچی میں بھی منگھو پیر کے مقام پر گرم چشمے موجود ہیں۔

عین الحارہ یا تنہ پانی کے فوراً بعد چڑھائی شروع ہو گئی۔ فیفا ماؤنٹین کے علاقے کو زیادہ ترقی نہیں دی گئی۔ یہاں روڈ اچھی کوالٹی کا نہ تھا۔ چڑھائی مالم جبہ یا شوگران جیسی تھی لیکن روڈ بہت گیا گزرا تھا۔ کوئی بھی پہاڑی سڑک بناتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ سڑک کا زاویہ ایک خاص حد سے زیادہ اونچا نہ ہونے پائے لیکن یہاں تو 45 درجے کے اٹھان بھی موجود تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ چڑھنے کے فوراً بعد ایک اسپیڈ بریکر آ جاتا تھا۔ میں نے گاڑی کو سب سے بڑے گیئر میں ڈالا اور چڑھنا شروع کیا۔ پہاڑ کے گرد گھومتے گھومتے ہم بالآخر چوٹی پر جا پہنچے۔ چوٹی پر فیفا کا قصبہ تھا جو کافی گنجان آباد تھا۔

فیفا (تصویر الحازن)

جازان قلعہ (تصویر احمد بکری)

فیفا کا پورا پہاڑ بالکل ہمارے شمالی علاقہ جات والا منظر پیش کر رہا تھا۔ ارد گرد کے پہاڑ بھی گھنے سبزے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ افسوس اس دن بھی نیچے ڈسٹ اسٹارم کے آثار تھے، اس لئے زمین سے لے کر بلندی تک مٹی دھند کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے منظر بہت واضح نہ تھا۔ اوپر سے نیچے تک پہاڑ پر اسٹیپس کی صورت میں کھیت بنائے گئے تھے۔ پورے فیفا میں کوئی باقاعدہ ہوٹل نہ تھا البتہ لوگوں نے چھوٹے موٹے کمرے بنا رکھے تھے جنہیں وہ گھنٹوں کے حساب سے کرائے پر دیتے تھے۔ میں نے ایسے ایک دو منی ہوٹل دیکھے لیکن ان کے باتھ روم گندے اور کرائے بہت زیادہ تھے چنانچہ ہم نے یہاں رکنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

جاری ہے۔۔۔

ڈاکٹر ظہور احمد دانش

تنقید کی عادت و وجوہات

میں جب حنیف ایس آر ای میں اسکول پڑھتا تھا تو ہمارے کلاس فیلو تھے۔ جن کی یہ عادت تھی کہ چھوٹی بات ہو یا بڑی بات مگر ان کا ہر جملہ تنقید سے خالی نہ ہوتا تھا۔ آپ اس بات سے سمجھ لیجئے کہ سر ظفر اقبال ہمیں کیمسٹری پڑھایا کرتے تھے ۔مابد ولت پڑھنے کے دوران سر کی بتائی ہوئی معلومات پر کوئی نہ کوئی تنقید کا پہلو نکال لاتے۔ آپس میں بھی بیٹھک ہوتی تھی تو ایک نارمل بات بھی ہوتی تو اس میں کوئی ایسا تنقیدی پہلو تلاش کر لیتے کہ ہم سب حیران رہ جاتے۔ خیر اس وقت تو ہم سب ان کی اس حرکت کی وجہ سے بہت بیزار تھے۔ لیکن جیسے جیسے علم کے بند کواڑ کھُلتے گئے۔ درست اور حقیقت کی قندیلوں نے تاریکی کو روشنی سے مات دی تو بہت کچھ سجھائی دینے لگا۔

کالج، یونیورسٹی، پروفیشنل لائف میں بھی تنقید دیکھتا آرہا ہوں اور ابھی تک فیس بھی کر رہا ہوں۔ لیکن میں نے ایک عقلمندی یہ کر لی کہ جب تنقید گھر، محلے، دوست، پروفیشنلز میں بھی سر چڑھ کر بولنے لگی تو میں نے اس کی سائنسی، طبی، معاشرتی وجوہات کو سٹڈی کرنا شروع کیا تو آپ یقین کریں۔ جن کی باتیں بلڈ پریشر ہائی کر دیتی تھیں۔ اب ان کی تنقید کو میں دیگر پیمانوں پر تول کر مثبت نتائج اخذ کرتا ہوں۔

گزشتہ سات، آٹھ سالوں سے جہاں دیگر موضوعات زیر بحث ہیں وہاں مذہب اور مولوی بھی بہت عتاب کا شکار ہیں۔ ان کے متعلق تنقید کی پرسنٹیج بہت بڑھ گئی ہے۔ جس کو میں نے شدت سے محسوس کیا۔ لیکن یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ تنقید فی نفسہ بُری نہیں کیوں کہ یہ تنقید ہی ہے جو انسان کو اصلاح اور بہترین کی جانب رہبری کرتی ہے۔ لیکن میں بے جا تنقید کی بات کر رہا ہوں۔ ورنہ مذہب کے متعلق تخلیقی و تحقیقی ابحاث ہونی چاہیے اس سے مزید جہات کھلیں گی۔ لیکن بے وجہ دور کی کوڑی لا کر اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش یہ کچھ ہضم نہیں ہوتیں۔

اہل علم کی ابحاث اور دلائل کو میں تنقید نہیں تخلیق کہتا ہوں انھیں یہ میدان زیب دیتا ہے لیکن وہ افراد جن کا کوئی علمی پس منظر نہیں وہ فرد اور موقف کو تنقید کے تیروں سے چھلنی کر دیں تو یہ قابل غور امر ہے جس سے بے باک نسل جنم لے گی جو آئندہ کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

تنقید خود فطری طور پر منفی نہیں ہے۔ تعمیری تنقید ذاتی اور اجتماعی ترقی کے لیے قابل قدر ہو سکتی ہے۔ تاہم، جب تنقید ایک عادت اور بنیادی طور پر منفی رویہ بن جاتی ہے۔ اس کے کئی محرکات ہو سکتے ہیں۔ بات طویل نہ ہو جائے تو آئیے اب تنقید کے اسباب و وجوہات بھی جان لیتے ہیں:

عدم تحفظ:Insecurity

جو لوگ خود کو غیر محفوظ محسوس کرتے ہیں وہ دفاعی طریقہ کار کے طور پر تنقید کا سہارا لے سکتے ہیں۔ دوسروں میں خامیوں کی نشاندہی کر کے، وہ اپنی Insecurity سے توجہ ہٹانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

احساس کمتری:Low self-esteem

کم خود اعتمادی والے لوگ تنقید میں مشغول ہو سکتے ہیں تا کہ ان کی اپنی سمجھی جانے والی خود کی قدر میں عارضی اضافہ محسوس کیا جا سکے۔ دوسروں کو نیچے رکھنا اپنے آپ کو بلند کرنے کی کوشش کرنے کا ایک گمراہ طریقہ ہو سکتا ہے۔

غیر متوقع توقعات:expectations

جب لوگ خود سے یا دوسروں سے غیر حقیقی توقعات رکھتے ہیں، تو وہ اکثر مایوسی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ مایوسی تنقید کے طور پر ظاہر ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ سمجھی جانے والی کوتاہیوں پر اپنی مایوسی یا عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔

ہمدردی کی کمی:Lack of empathy

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمدردی یا شفقت کی کمی کی وجہ سے بھی آپ ایک متعصبانہ رویہ کا شکار ہو کر تنقید کرنے لگتے ہیں۔

ثقافتی یا معاشرتی اثرات:Cultural or societal influences

ثقافت جس میں انسان کی پرورش ہوتی ہے وہ اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ کچھ ثقافتوں یا سماجی ماحول میں، تنقید زیادہ عام ہو سکتی ہے، اور افراد اس رویے کو سیکھے ہوئے رد عمل کے طور پر اپنا سکتے ہیں۔ جیسا کہ پاکستان کے چائے کہ ہوٹلز پر آپ تبصروں اور زہر میں بجھی ابحاث سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

پرفیکشنزم:Perfectionism

پرفیکشنسٹ اکثر اپنے اور دوسروں کے لیے انتہائی اعلیٰ معیار قائم کرتے ہیں۔ جب یہ معیارات پورے نہیں ہوتے ہیں، تو وہ تنقید کے ذریعے اپنے عدم اطمینان کا اظہار کر سکتے ہیں۔

مواصلاتی انداز:Communication style

کچھ لوگوں کو جب تک تنقید نہ کی جائے، نارمل بات بھی نہیں سمجھتے اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے انکی پرورش، تعلیم، یا

ماضی ایسا گزرا ہے جہاں اتنی تنقید ہوئی ہے کہ دماغ نے اس رویہ کا قبول کر لیا ہے۔

نمٹنے کا طریقہ کار:Coping mechanism

تنقید افراد کے لیے تناؤ، مایوسی، یا بے اختیاری کے احساسات سے نمٹنے کا ایک طریقہ ہو سکتی ہے۔ تنقید کے ذریعے دوسروں پر قابو پانے سے، وہ با اختیار ہونے کا احساس محسوس کر سکتے ہیں۔ کچھ افراد میں یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ سب پر برتری کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پاس تنقید ایک ہتھیار اور ٹول ہوتا ہے جس کا وہ بھرپور استعمال کرتے ہیں۔

شعور کی کمی:Lack of awareness

شعور اللہ کا انعام ہے۔ بعض مرتبہ ہم کسی چیز کے بارے میں جانتے تو نہیں لیکن یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں۔ اور اس چیز یا اپ ڈیٹ کے بارے میں اپنی فقاہت قائم رکھنے کے لیے بے جا تنقید کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سراسر لاعلمی ہوتی ہے۔

قارئین:

میری کوشش ہوتی ہے کہ آپ تک مفید اور مستند بات پہنچاؤں۔ میں کس حد تک کامیاب ہوا یہ تو آپ کی رائے ہی بتا سکتی ہے اور آپ کی دعائیں۔ میرے مغفرت کی دعا ضرور کر دیجئے گا۔ اللہ کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

عبد المتین

غیبت ایک لذیذ گناہ

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (۱۲) الحجرات

اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

غیبت کی تعریف

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا بھائی تمہارے سامنے نہیں موجود نہیں اور تم اس کا ذکر اس طرح کرو کہ اگر وہ موجود ہوتا تو اسے برا لگتا تو سمجھو یہ غیبت ہے۔

غیبت اور عزت و آبرو کی دھجیاں اڑانا

دین اسلام کے مقاصد میں شامل ہے کہ مال، عزت آبرو اور جان کو ہر حال میں تحفظ ملے۔ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس کا تعلق براہ راست انسان کی عزت و آبرو کے ساتھ ہے۔ گویا جو شخص غیبت کا شکار ہو جائے وہ اپنے بھائی کی عزت و آبرو کے ساتھ کھیل رہا ہے جو کسی صورت جائز نہیں بلکہ بہت بڑا جرم ہے۔

غیبت اور آدم خوری

سورہ حجرات کی مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ آدم خوری کرے یعنی انسانی گوشت کھائے اور گوشت بھی کسی زندہ انسان کا نہیں بلکہ مردے کا اور وہ مردہ بھی کوئی غیر نہیں بلکہ تمہارا اپنا بھائی مزید فرمایا کہ جب تم اس قدر گراوٹ جیسی حرکت نہیں کر سکتے اور ایسا سوچ بھی نہیں تو غیبت بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے لہذا اس سے بھی بچو اور اللہ سے اور اللہ کے بندوں سے معافی مانگو اللہ بے شک معاف کرنے والا ہے۔

غیبت ایک عظیم گناہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے ناخن لوہے کے ہیں اور وہ اپنے چہرے اور سینوں کو زخمی کر رہے ہیں پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کر کے اپنے بھائیوں کی عزتوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق اللہ سے ہے جنہیں ہم حقوق اللہ کے نام سے جانتے ہیں جنہیں اللہ توبہ کے بعد

معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن کچھ گناہ ایسے ہیں جو حقوق العباد کہلاتے ہیں، جن کی معافی جب تک اس بندے سے نہ ملے معاف نہیں ہوتے۔

غیبت مجلس کا لذیذ ترین گناہ

ہماری مجالس میں اکثر غیبت ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ بظاہر اس قدر شیریں لذید اور میٹھا گناہ ہے کہ ایک مرتبہ تذکرہ چل پڑے تو رکنے کو دل نہیں چاہتا۔ غیبت جس طرح کرنا حرام ہے ویسے ہی غیبت سننا بھی حرام ہے اور غیبت والی مجلس میں جان بوجھ کر بیٹھے رہنا بھی حرام ہے۔ ایسی مجلس میں اگر کوئی بیٹھا ہو تو پہلے کوشش کرے کہ غیبت کرنے والے کو منع کرے، روکنے کی کوشش کرے، اس میں دل شکنی کا خوف نہ رکھے بلکہ دین شکنی کی فکر کرے۔ اگر سامنے والا بات نہیں مان رہا تو کوشش کرے کہ موضوع بدل دے، اگر یہ بھی نہ ہو تو سکے تو آخری حل یہ ہے کہ اس مجلس سے ہی اٹھ کر چلا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں تو سامنے بھی کہتا ہوں تو واضح کیا جائے کہ وہ آپ کا مسئلہ ہے لیکن اس وقت آپ پیٹھ پیچھے ہی بات کر رہے ہیں جو کہ غیبت ہے۔

غیبت اور آپسی تعلقات

غیبت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ دلوں سے محبت، احترام اور تعلق کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتا ہے، جس گھر یا دفتر میں غیبت کا ماحول پیدا ہو تو وہاں آپس کے تعلقات میں ہمدردی اور صلہ رحمی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کی ذات کو گلی، سڑک، دہلیز اور قہوہ خانوں میں موضوع بناتے ہیں تو وہاں اتحاد و الفت کا پیدا ہونا محال ہو جاتا ہے۔ بلکہ غیبت کا عمل آہستہ آہستہ دلوں میں نفرت عداوت کو مضبوط کرتا ہے اور اک معمولی سا اشارہ اس اندر کی آگ کو شدید جھگڑے میں بدل دیتا ہے۔

غیبت ایک نشہ

جو شخص آپ کے ساتھ بیٹھ کر کسی کی غیبت کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ بیٹھ کی آپ کی غیبت بھی ضرور کرے گا، کیونکہ غیبت ایک لت اور بیماری ہے جو ہر جگہ اپنا نشہ پورا کرنا چاہتی ہے، لہذا بعض اوقات ایک گھر یا معاشرے میں کوئی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کسی کی غیبت کرتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ میرا خیر خواہ ہے میرے دشمنوں کے خلاف ہے جبکہ وہ کسی کا دوست نہیں ہوتا بلکہ ایک بیمار نشئی کی طرح اپنا نشہ پورا کر رہا ہوتا ہے جسے یہ موقع کل پرسوں آپ کے دشمن کی مجلس میں بھی مل سکتا ہے۔

غیبت کا علاج

غیبت کا علاج یہ ہے کہ جب بولے تو سوچ سمجھ کر بولے اور اپنی مجلس میں موجود لوگوں کے علاوہ کسی تیسرے کا تذکرہ ہی نہ کرے چاہے وہ اچھا تذکرہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عام طور پر کسی کی اچھائی کا تذکرہ کرتے کرتے ہم اگر مگر لیکن کا یوٹرن لے کر غیبت کی شارع پر نکل پڑتے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

زبان کی حفاظت اور غیبت

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق:18) وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔

ہماری اچھی یا بری ہر بات نوٹ ہو رہی ہے، اور نوٹ کون کر رہا ہے فرمایا وہ "عتید" ہے یعنی ہر وقت تیار بیٹھا ہوا ہے، ہماری حرکات و سکنات کو نوٹ کرنے کے لیے۔

نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو نصیحت فرمائی کہ اپنی زبان پر قابو رکھنا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا زبان کی وجہ سے بھی باز پرس ہو گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا بہت سے لوگ قیامت کے دن زبان کی وجہ سے اوندھے منہ پڑے رہیں گے، ہلاک ہوں گے۔

زبان ہمارے لیے ایک سرکاری مشینری ہے جو مفت میں مل چکی ہے تبھی اس کا اندھا دھند استعمال عام نظر آتا ہے، جب چاہا بے دھڑک استعمال کیا، گالم گلوچ، غیبت، گانا بجانا، فضولیات وغیرہ جبکہ اس کے درست استعمال سے ہم نیکیوں کا خزانہ سمیٹ سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

"كَلِمَتَانِ خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان، حبيبتان إلى الرحمن: سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم". [صحیح] -

"دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، میزان میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بڑے محبوب ہیں وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ" ہیں۔

محمد رضوان

سوچتی مشینیں: تخلیق کا نیا جہان

چیٹ جی پی ٹی ایک حیران کن ٹیکنالوجی مگر احتیاط ضروری!

انسان نے ہمیشہ یہ خواب دیکھا ہے کہ مشینیں سوچیں، باتیں کریں اور اُس کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اب یہ خواب حقیقت بننے لگا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی کا نام تو آپ نے سن ہی رکھا ہو گا جو کہ مصنوعی ذہانت کا ایک نادر نمونہ ہے جو کہ ایک ایسا بڑا لسانی ماڈل ہے جو انسانوں کی طرح بات چیت کر سکتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی مختلف قسم کے متن تخلیق کر سکتا ہے، جیسے اشعار، ڈرامے، مضامین، ای میل، خطوط، اور یہاں تک کہ پروگرامنگ کوڈ۔ یہ آپ کے خیالات کو واضح تر بنانے میں اور نئے اور تخلیقی نقطہ نظر تلاش کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی متعدد زبانوں کا ترجمہ کر سکتا ہے، جس سے عالمی رابطے اور معلومات تک رسائی میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ کسی بھی موضوع پر چیٹ جی پی ٹی سے سوال پوچھ کر آپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک آزاد انسائیکلوپیڈیا کی طرح ہے۔ اگر آپ تنہائی محسوس کر رہے ہیں تو چیٹ جی پی ٹی ایک اچھا ساتھی بن سکتا ہے۔ یہ آپ سے گپ شپ کر سکتا ہے، لطیفے سنا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن، کیا آپ جانتے ہیں کہ چیٹ جی پی ٹی کس طرح کام کرتا ہے؟ یہ ایک پیچیدہ نظام ہے جس میں مختلف تکنیکی اصطلاحات شامل ہیں۔ لیکن اس جادوئی تکنیک کے پردے کے پیچھے کیا چھپا ہے؟ یہ کس طرح کام کرتا ہے؟ اور انسانوں کی طرح سوچنے سمجھنے کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟

چیٹ جی پی ٹی انٹرنیٹ کے بے پناہ ڈیٹا پر تربیت یافتہ ہے، بے شمار جملوں اور تحریروں کے مطالعے سے اس نے یہ رموز دریافت کیے ہیں کہ انسان کیا بولتے ہیں، کیسے لکھتے ہیں اور کس طرح سوالوں کے جوابات دیتے ہیں۔ اس کا راز مشین لرننگ میں پنہاں ہے جو مشینوں کو خود ہی سیکھنے اور بہتر بننے کی صلاحیت دیتا ہے۔ آسان الفاظ میں سمجھیں تو ڈیٹا اس کے اندر ایک زبردست نیچرل لینگویج کے انجن کی طرح کام کرتا ہے، جو نئے جملوں اور متن کی تخلیق کرتا ہے جو بالکل انسانوں کی زبان کی طرح لگتے ہیں۔ یہ ڈیٹا میں موجود الفاظ اور جملوں کے نمونوں کو اُجاگر کرتا ہے، جس سے یہ اندازہ لگاتا ہے کہ انسان کیسا جواب دیں گے۔ اس طریقے سے، چیٹ جی پی ٹی نئے جملوں اور متن کی تخلیق کر سکتا ہے جو کہ انسانی زبان کی طرح لگتے ہیں۔

اس مضمون کو لکھنے کے دوران ہی مجھے خیال آیا کہ شاید آپ کو کچھ عملی مثالیں بتا کر یہ آسانی سے سمجھا جا سکے گا کہ یہ لسانی ماڈلز مختلف شعبوں میں کیسے کام آسکتے ہیں۔ فرض کریں آپ ایک طالب علم ہیں، جو کسی مشکل مسئلے کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ آپ لسانی ماڈل سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس مسئلے کو پہلے کس طرح حل کیا گیا ہے، اس سے متعلق کون سی تحقیق موجود ہے، اور اسے حل کرنے کے لیے کیا طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ لسانی ماڈل آپ کو بے شمار حوالوں اور تحقیقی رپورٹس تک رسائی

فراہم کر سکتا ہے، جن کا مطالعہ کر کے آپ مسئلے کا بہتر حل تلاش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح، اگر آپ ایک صحافی ہیں، جو کسی موضوع پر رپورٹ تیار کر رہے ہیں، تو لسانی ماڈل آپ کو اس موضوع سے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کرنے میں مدد گار ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ آپ کو مختلف زاویوں سے اس موضوع پر معلومات فراہم کر سکتا ہے، انٹرویوز کی ٹرانسکرپٹ بنا سکتا ہے، اور رپورٹ کا مسودہ لکھنے میں بھی آپ کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اگر آپ ایک ادیب ہیں، تو لسانی ماڈل آپ کے لیے ایک تخلیقی ساتھی کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ وہ آپ کی کہانیوں کے کرداروں کو مزید جاندار بنانے میں مدد گار ثابت ہو سکتا ہے، آپ کے لکھے ہوئے مواد کو گرامر اور اسلوب کے لحاظ سے بہتر بنانے میں مدد دے سکتا ہے، اور یہاں تک کہ آپ کو نئے تخلیقی آئیڈیاز دینے میں بھی آپ کی رہنمائی کر سکتا۔

سوچتی مشینوں اور لسانی ماڈلز کی صلاحیتیں لامتناہی ہیں اور ہر دن نئے امکانات سامنے آ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، ان ٹولز کو طبی میدان میں بھی انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ وہ طبی اعداد و شمار کا تجزیہ کر کے بیماریوں کی تشخیص میں ڈاکٹروں کی مدد کر سکتے ہیں، دواؤں کی تحقیق اور ترقی میں معاونت کر سکتے ہیں، اور یہاں تک کہ مریضوں کو نفسیاتی مشاورت بھی فراہم کر سکتے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں بھی لسانی ماڈلز ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ذاتی نوعیت کی تعلیم فراہم کر سکتے ہیں، طالب علموں کے سوالوں کا جواب دے سکتے ہیں، اور امتحانات کی تیاری میں بھی طلبہ کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خصوصی ضروریات رکھنے والے بچوں کے لیے بھی تعلیمی مواد تیار کر سکتے ہیں، جس سے تعلیم تک سب کی رسائی میں اضافہ ہو گا۔ فن اور تفریح کے شعبے میں بھی لسانی ماڈلز اپنا رنگ دکھا رہے ہیں۔ وہ نئے نئے میوزک کمپوز کر سکتے ہیں، سکرپٹ لکھ سکتے ہیں، اور یہاں تک کہ خود بھی فن پارے تخلیق کر سکتے ہیں۔ یہ تمام امکانات تفریح کے نئے زاویے کھول رہے ہیں اور ہمارے تخیل کی حدود کو پھیلا رہے ہیں۔

یہ مضمون چیٹ جی پی ٹی کی صلاحتیوں پر نہیں ہے بلکہ اس سے منسلک ممکنہ نقصانات سے بچنے کیلیے انتباہ کے طور پور پر ہے۔

جب ہم سوچتی مشینوں اور لسانی ماڈلز کی بات کرتے ہیں تو ایک اور اہم پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور وہ ہے ان کی اخلاقی ذمہ داریاں۔ یہ طاقتور ٹولز اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال ہو سکتے ہیں اور برے مقاصد کے لیے بھی۔ ہم یہ کیسے یقینی بنائیں گے کہ ان کا استعمال خیر کے لیے ہو اور شر سے بچا جائے؟

چیٹ جی پی ٹی غلط معلومات بھی فراہم کر سکتا ہے کیونکہ اس کی تربیت انٹرنیٹ کے ڈیٹا پر کی گئی ہے، جس میں کافی غلطی اور جھوٹ موجود ہے۔ اس لیے ہر معلومات کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ چیٹ جی پی ٹی پیچیدہ مسائل کا تجزیہ کرنے اور حل پیش کرنے میں ابھی تک محدود ہے۔ یہ صرف پہلے سے موجود ڈیٹا پر مبنی جوابات دے سکتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی ایک آلہ ہے، انسان نہیں۔ اس سے انسانی رویے یا سمجھ کی توقع نہ رکھیں۔ مصنوعی ذہانت کی حدود کو سمجھیں۔

چیٹ جی پی ٹی کے ساتھ ذاتی معلومات شیئر کرنے سے محتاط رہیں۔ ہر معلومات کی تصدیق خود کریں اور اس پر اندھا اعتماد نہ کریں۔ چیٹ جی پی ٹی پر بہت زیادہ انحصار کرنا آپ کی اپنی سوچنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔ اسے ایک ٹول کے طور پر استعمال کریں، اپنے ذہن کو استعمال کرنا نہ چھوڑیں۔

سوچتی مشینیں انسانوں کی جگہ نہیں لے رہی ہیں، بلکہ وہ ہمارے ساتھی بن رہی ہیں۔ وہ ہمارے کام کو آسان بنا سکتی ہیں، ہماری تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کر سکتی ہیں، اور نئے نئے امکانات ہمارے لیے کھول سکتی ہیں۔ لیکن، ان کا ذمہ دار اور اخلاقی استعمال ہی اس بات کو یقینی بنائے گا کہ یہ نئی ٹیکنالوجی انسانیت کی بھلائی کا باعث بنے۔

آجکل بہت سے دوست سوشل میڈیا پر اس کے استعمال کی ترغیب دیتے نظر آتے ہیں جو کہ اچھی بات ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ ہم قرآن اور احادیث کو صحیح سے سمجھنے کیلیے اس پر انحصار کر سکتے ہیں جو کہ مکمل طور پر درست نہیں۔ کیونکہ چیٹ جی پی ٹی ایک مشین ہے، نہ کہ کوئی "دینی عالم" یا "قرآن شریف کا ماہر"۔ اس کا منشا معلومات فراہم کرنا اور تخلیقی فن پارے تخلیق کرنا ہے، نہ کہ عقائد و احکام کی وضاحت کرنا۔ اسی لیے اسلامی اور قرآنی علوم کے حوالے سے اس پر بے تحاشہ اعتماد کرنا نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چند اہم وجوہات آپ کی رہنمائی کر سکتی ہیں۔

چیٹ جی پی ٹی انٹرنیٹ پر موجود ڈیٹا پر سیکھتا ہے، جو کہ ہم جانتے ہیں، اکثر غلط، گمراہ کن اور جعلی مواد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے میں یہ خطرہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ اسی بد دیانت ڈیٹا سے عقائد و احکام کے غلط یا گمراہ کن جوابات دے، جو نہ صرف شرعی اعتبار سے گمراہ کن ہے بلکہ اسلامی معاشرے میں انتشار کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کی دقیق تشریح اور تفسیر ایک علم اور فن ہے، جو برسوں کی دینی تعلیم اور عمیق مطالعے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی ایسے علم اور فن سے قطعی طور پر عاری ہے، اس لیے اس کی کسی تفسیر پر بھروسا کرنا نہ صرف خود کو گمراہی میں ڈالنے کا باعث ہے بلکہ دین کی بنیادی تعلیمات سے انحراف کا خطرہ بھی بڑھا دیتا ہے۔ یہ تکنیک انفرادی جملوں اور متن کے حصوں کو تو سمجھ سکتی ہے، لیکن قرآنی آیات اور احادیث کے پیچیدہ سیاق و سباق کو سمجھنا اس کی بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے، اکثر اس کے جوابات جزوی اور گمراہ کن ہو سکتے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کی اصل روح کے منافی ہو سکتے ہیں۔ جب مذہبی علوم کا ذکر ہو، تو احتیاط سے کام لینا ہی عقل والی بات ہے۔

اس کے علاوہ، یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ چیٹ جی پی ٹی اکیلا میدان میں کھلاڑی نہیں ہے۔ مصنوعی ذہانت کی دنیا تیزی سے ترقی کر رہی ہے اور اسی میدان میں دیگر کھلاڑی اُبھر رہے ہیں، جن کے اپنے کمالات اور خامیاں ہیں۔ ان میں سے چند قابل ذکر ٹولز پر نظر ڈالتے ہیں۔

ٹول	طاقت	کمزوری	بہترین استعمال
جیمینی	تخلیقی صلاحیت، وضاحت، اعتماد	محدود حقیقی دنیا کا علم	تخلیقی ٹاسک، متن کی تخلیق، سوالوں کے جوابات
بارڈ	معلومات کی بازیابی، حقیقی دنیا کا علم	تخلیقی صلاحیت کم	سوالوں کے جوابات، معلومات کی تلاش
چاٹ جی پی ٹی	تخلیقی صلاحیت	غلط معلومات کا خطرہ	تخلیقی تحریر، متن کی تخلیق
میکوبارڈ	علم اور معلومات کی وسعت	کمپیوٹیشنل طور پر مہنگا	بہترین استعمال

ان تمام لسانی ماڈلز کے اپنے فوائد اور نقصانات ہیں، اور ایک ذمہ دار صارف کے لیے یہ ضروری ہے کہ انہیں انہی صلاحیتوں اور خامیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے استعمال کرے۔ مذہبی علوم کے حوالے سے کسی بھی لسانی ماڈل پر مکمل اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اس معاملے میں دینی علما اور مفسرین کی رہنمائی ہی قابلِ اعتبار ہے۔

یہ مضمون چیٹ جی پی ٹی کے بارے میں ایک مختصر تعارف تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ آپ کے لیے مفید ثابت ہوا ہو گا۔ چیٹ جی پی ٹی مصنوعی ذہانت کی ترقی کا ایک اہم قدم ہے اور اس میں بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں۔ تاہم، اس کی کمزوریوں اور احتیاط کی ضرورت کو سمجھنا ضروری ہے۔ ذمہ دارانہ استعمال کے ساتھ، چیٹ جی پی ٹی ہماری زندگیوں کو آسان اور زیادہ تخلیقی بنا سکتا ہے۔ چیٹ جی پی ٹی ایک انقلابی ٹیکنالوجی ہے جس میں وسیع پیمانے پر استعمال کی صلاحیت ہے۔ یہ تعلیم، تفریح، اور کاروبار جیسے مختلف شعبوں میں انقلاب لا سکتا ہے۔

محمد مبشر نذیر

سلسلۂ سوال و جواب

انشورنس کے متعلق سوال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ بھائی میرے کچھ سوالات ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، برائے مہربانی تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔ محمد وکیل

سوال: لائف انشورنس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: لائف انشورنس کے لیے آپ میری کتاب اور لیکچرز میں سن لیجیے، پھر فیصلہ کر لیجیے گا۔ اس کا لنک یہ ہے:

انشورنس سے متعلق مذہبی علماء کا نقطہ ہائے نظر

https://youtu.be/TscTXfNppxM

خلاصہ یہ ہے کہ میری ریسرچ یہی ہے کہ لائف انشورنس جائز ہے۔ بس اس میں مسئلہ یہ چیک کرنے کا ہوتا ہے کہ وہ کمپنی ہمیں جو اضافی رقم دیں گی، وہ کہاں سے حاصل کرتی ہے تاکہ کنفرم ہو کہ وہ حلال آمدنی سے ہمیں حصہ دے گی یا حرام آمدنی سے؟ کئی انشورنس کمپنیاں پراپرٹی پلازہ بنا کر وہاں سے کرایہ لیتے ہیں جو بالکل حلال آمدنی ہے۔ کئی انشورنس کمپنیاں بینکوں میں جمع کر کے سود حاصل کرتے ہیں، جو حرام ہے۔ اس لیے انشورنس شروع کرنے سے پہلے اس کمپنی کی فائنانشل اسٹیٹمنٹس پڑھ لینی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ کہاں سے آمدنی حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے لیے یہ مثال ایک EFU انشورنس کمپنی کی رپورٹ یہ ہے۔ جب ٹائم ہو تو آپ پڑھ لیجیے گا کہ وہ آمدنی کہاں سے حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے صفحہ 128 میں آمدنی ہے۔ اس میں نوٹس لکھے ہیں جس میں نوٹ 23 میں وضاحت ہے کہ آمدنی کہاں سے آ رہی ہے۔ پھر آپ کو پوری رپورٹ میں ڈھونڈنا پڑے گا کہ کہاں کہاں سے آمدنی حاصل کر رہے ہیں جو انہوں نے 49 صفحے سے لے کر آگے تک لکھ رکھی ہے۔ جب آپ پڑھیں گے تو اس وقت میں سمجھاتا جاؤں گا۔ یہ ایک کمپنی کی کہانی ہے، باقی دوسری کمپنیوں کی کہانیاں اپنی اپنی ویب سائٹ میں موجود ہیں۔

https://efuinsurance.com/resource/financials/financial-reports/204655.pdf

فقہی ائمہ اور علماء کے متعلق سوالات

سوال: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام مالک کو کن علوم پر دسترس حاصل تھی؟ وہ کونسی کتابیں تھیں جن کو پڑھ کر وہ عالم بنے تھے؟ اب وہ کتابیں کہاں ہیں؟ اگر وہ یہی کتابیں ہیں جو آج مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں تو آج کوئی ایسا عالم دین نظر کیوں نہیں آتا جس پر عالم اسلام کو فخر ہو؟

جواب: امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ بنیادی طور پر عراق میں بزنس کرتے تھے، تو ان کے پاس زیادہ تر بزنس کا علم تھا۔ یہی ان کا علمی ذوق تھا، اس کے لیے وہ بڑے دینی علماء کے شاگرد بھی رہے اور سیکھتے رہے۔ بنیادی طور پر قرآن مجید اور سنت نبوی تو سب مسلمان جانتے تھے، اس کے ساتھ انہوں نے اجتہاد کرنے کا طریقہ کار اساتذہ سے حاصل کیا۔ پھر انہوں نے اپنا فوکس کیا کہ وہ علم الفقہ کی ریسرچ کریں۔ انہوں نے بڑے مذہبی سوالات کو اپنے شاگردوں ابو یوسف، محمد اور دیگر شاگردوں رحمتہ اللہ علیہم کو ریسرچ کے لئے دیا، انہوں نے بھی اس پر محنت کی۔ پھر ان سب علوم کو اکٹھا کر کے ان پر ریسرچ کی۔ ابو حنیفہ صاحب کتاب نہیں لکھ سکے لیکن ان کے شاگردوں نے جو کتابیں لکھیں جو موجود ہیں۔

ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کو بادشاہ ہارون رشید نے چیف جسٹس بنا دیا۔ انہوں نے پھر حکومتی قانون سازی کر دی۔ پھر انہی کے شاگردوں کو حکومتی نوکریاں بھی دلوائیں اور اس طرح حنفی اسکول کی کتابیں عراق، ایران، ترکی، تاجکستان، افغانستان، پاکستان، انڈیا میں پھیلیں اور ان کے اگلی نسلوں میں شاگرد علماء پیدا ہوتے رہے۔ تفصیل آپ میری دوسری کتاب میں پڑھ سکتے ہیں جس میں بڑے فقہاء کی سیرت موجود ہے۔ اس کا لنک یہ ہے؛

https://drive.google.com/drive/folders0/B5mRw5mEUHv9VEFnQV94aFpLR0k
?resourcekey=0-w-_av85Ch8pFK6Ft_3p4Cg

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے تھے۔ انہوں نے بچپن میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی، پھر تابعین علماء کے شاگرد رہے۔ پھر جب وہ عالم بنے تو انہوں نے مسجد نبوی میں پڑھانا شروع کیا۔ اس میں 50 سال تک پڑھاتے رہے۔ ان کے شاگرد زیادہ تر افریقہ اور اسپین کے لوگ بنے۔ وہ حج کرنے آتے تو کئی سالوں کے لیے مدینہ منورہ میں رہ جاتے۔ پھر وہ عالم بنتے اور اپنے ملک میں جا کر انہیں حکومت کی جاب مل جاتی۔ پھر اگلی نسلوں میں ان کے شاگرد افریقی ممالک اور اسپین میں پھیلے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فلسطین غزہ میں پیدا ہوئے تو ان کی والدہ انہیں مکہ مکرمہ میں لے آئیں تاکہ وہاں ان کی تربیت کریں۔ انہوں نے مکہ اور مدینہ کے علماء سے سیکھا اور وہ امام مالک کے شاگرد بنے۔ پھر انہوں نے عراق میں جا کر امام محمد اور امام ابو یوسف سے بھی سیکھا۔ انہیں عراق میں حکومتی جاب مل گئی اور پھر کئی شہروں میں جج کے طور پر جاب کرتے رہے۔ آخر میں وہ تنگ ہو کر مصر چلے گئے اور وہاں پڑھاتے رہے۔ میں نے ان کی وفات کی جگہ کو قاہرہ میں دیکھا جہاں ان کی مسجد تھی۔ مصر کے گورنر نے امام شافعی سے فقہی طریقہ کار سے متعلق سوالات کیے جس کے انہوں نے جوابات دیے۔ اس موضوع پر ان کی کتاب "الرسالہ" موجود ہے اور علم الفقہ کے طریقہ کار کی پہلی کتاب ہے۔ میں نے اسی کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جسے انڈیا کی شبلی اکیڈمی نے پبلش کیا ہے۔

https://mubashirnazir.org%/28/11/2022/da%a9%d8%aa%d8%a7%d8%a8-%d8%a7%d9%84%d8%b1%d8%b3%d8%a7%d9%84%db%81-%d8%a7%d8%b2-%d8%a7%d9%85%d8%a7%d9%-85%d9%85%d8%ad%d9%85%d8%af%-d8%a8%d9%86-%d8%a7%d8%af%d8%b1%db%8c%d8%b3-%d8%b4%d8%a7%d9%81%d8%b9/

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ عراق کے تھے۔ ان کا زیادہ تر فوکس احادیث نبوی کو اکٹھا کرنا تھا۔ انہوں نے بہت سے شہروں، دیہات میں جا کر احادیث اکٹھی کیں۔ اس لیے ان کی کتاب جو احادیث کی سب سے بڑی کتاب ہے جس میں 55,000 سے زیادہ احادیث ہیں۔ ابھی انہوں نے ریسرچ کرنی تھی کہ کونسی احادیث قابل اعتماد ہیں اور کونسی جعلی ہیں لیکن ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان کی کتاب پر دیگر محدثین جیسے امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین رحمتہ اللہ علیہم نے ریسرچ کی ہے۔ احادیث کی بنیاد پر سوال جواب پر علم الفقہ پر انہوں نے جو کام کیا، ان کے شاگردوں نے لکھا ہے۔

سوال: بارہا یہ سننے کو ملتا ہے کہ علماء انبیا کے وارث ہیں۔ کیا انبیاء کرام یہی کام سرانجام دیتے تھے جو آج کے علماء سرانجام دے رہے ہیں؟

جواب: یہ بات اس لحاظ سے درست ہے کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے علوم کو سمجھا، عمل کیا اور اس کی تعلیم دیتے رہے اور پھر اس پر کتابیں لکھتے رہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور سنت نبوی پر بہت عمدہ کام کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہاں جہاں کسی سوال میں قرآن مجید اور سنت میں جواب نہیں ملا تو اجتہاد کیا۔ اس اجتہاد میں ہر انسان میں غلطی ہو سکتی ہے، اس لیے اختلافات آپ کو نظر آتے ہیں۔ یہ نارمل ہے۔ جیسے آپ نے انشورنس پر سوال کیا تو آپ کو مختلف علماء میں اختلاف نظر آئے گا کیونکہ ہر ایک کی ریسرچ میں علم کی کمی یا زیادتی کی بنیاد پر فرق محسوس ہو گا۔

سوال: وہ کون سے اعمال ہیں جو نبیوں نے ادا کیے مگر علماء نہیں کر رہے؟

جواب: علماء ہمارے جیسے انسان ہیں جن سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور گناہ بھی ہو سکتا ہے۔ تمام علماء انسان ہیں اور وہ اپنی زندگی میں کوشش تو کرتے رہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے دین پر عمل کر سکیں۔ باقی انسان میں غلطی ہو سکتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں شامل کر دیا ہے اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہم کو قابل اعتماد احادیث کے ذریعے پہنچ گیا ہے۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم نے قرآن و حدیث کی اسٹڈیز کر کے اس پر عمل کرنا ہے۔ پھر آپ استاذ بن جائیں گے تو آپ نے اپنے شاگردوں کو پڑھانا ہے۔ اسی بنیاد پر آخرت میں ہمیں اجر ملے گا۔

کیا مولوی صاحبان پر بھی سوال اٹھایا جاسکتا ہے؟

سوال: معاشرے کے ہر فرد پر سوال اٹھایا جا سکتا ہے تو مولوی صاحبان پر کیوں نہیں؟ اگر اٹھایا جائے تو سوال کرنے پر اکثر مولانا صاحب اشتعال میں کیوں آ جاتے ہیں؟

جواب: آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ اسلام میں مولوی طبقہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اصل میں یہ ہندوؤں کے ہاں پنڈت کا طبقہ موجود ہے۔ ان میں جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے ایک مولویوں کا طبقہ بنا دیا۔ اسلام میں کوئی طبقہ نہیں تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے پوچھ لیتے اگر انہیں یاد نہ ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ صحابہ ایسے تھے کہ جو علمی ذوق رکھتے تھے اور وہ ماہر علماء بنے، جیسے سیدہ عائشہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ پھر بھی ان کی الگ کوئی حیثیت نہیں تھی، بلکہ اپنے بھائی بہن تھے، سوائے امہات المومنین کے کہ وہ ماں کی حیثیت سے تھیں۔ ہر صحابی کو جتنا معلوم ہوتا وہ قرآن مجید میں سے پڑھ لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو یاد رکھتے تھے۔ ہاں اگر کوئی یونیک معاملہ ہوتا تو دوسرے صحابہ کرام سے پوچھ لیتے کہ آپ کو یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کا جواب کچھ دیا تھا؟ اس پر پھر دوسرے بھائیوں اور بہنوں سے پوچھ لیتے۔ اگر جواب مل جاتا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر لاجیکل طریقے سے خود فیصلہ کر لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت جو نوجوان تھے، ان میں سب سے بڑے عالم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، وہ دو تین سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھتے رہے تھے۔ پھر انہی کے شاگرد بڑے عالم بنے، جس میں بالخصوص سبعہ فقہاء یعنی مدینہ منورہ کے سات بڑے علماء مشہور ہوئے۔ تب بھی وہ کوئی پابند نہیں تھے بلکہ دیگر علماء سے بھی پوچھتے رہتے تھے۔ اب بھی یہی سلسلہ ہونا چاہیے۔ آپ کے ذہن میں سوال ہے تو کسی بھی عالم سے پوچھ لیں اور وہ اپنے نقطہ نظر کی دلیل بھی دیں۔ اگر ان کی بات پر مطمئن نہیں ہوئے تو دوسرے عالم سے پوچھ لیں اور ان کی دلیل بھی پوچھ لیں۔

مولویوں کے اس طبقے کو ٹھیک کرنے کے لیے میں نے یہ کاوش کی ہے کہ دور جدید میں دین سے متعلق اہم سوالات پر کتابیں لکھ دی ہیں تاکہ سب بھائی بہنوں کی خدمت ہو سکے۔ اس میں فائدہ یہ ہوا ہے کہ مدارس میں اردو میں ایک کتاب بھی نہیں ہے جس میں حدیث کی جانچ پڑتال کر سکیں۔ اس لیے مدارس میں یہ نہیں پڑھا جاتا ہے۔ اس میں یہ کاوش میں نے ہی اردو میں کی ہے۔ اسی طرح علم الفقہ کی پہلی کتاب "الرسالہ" کا ترجمہ کیا ہے اور تہذیبی تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں تو الحمد للہ کئی مدارس میں پڑھانا شروع ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ اس میں کم از کم علمی ذوق رکھنے والے مولوی بھائی بھی ٹھیک ہوں گے انشاء اللہ۔

سوال: کیا ایک عام فرد اور عالم دین کی ذمے داری برابر ہے؟ اگر عالم اپنی ذمے داری میں غفلت برتے تو اسے تنبیہ کیوں نہیں کی جا سکتی؟

جواب: دین پر عمل کے لیے عام افراد اور عالم دین سب پر ایک ہی ذمہ داری ہے کہ وہ دین پر عمل کریں۔ہاں عالم دین پر مزید ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کو پڑھاتے جائیں بالخصوص جو شاگرد ان کے ہوں۔ عام افراد کے سوالات کا جواب دیں۔ یہ وہی عمل ہے جس طرح سے سیدہ عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم پڑھاتے تھے۔ وہ سب کو پڑھاتے تھے، ان کے شاگردوں میں تابعین کے بڑے علماء دین وہ بنے جو علمی ذوق رکھتے تھے۔ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے عروہ بن زبیر تھے۔اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بڑے شاگرد وہی سات تابعین تھے۔ اور بہت سے مشہور تابعی شاگرد تھے۔ عربی میں شاگردوں کو تلامذہ کہتے ہیں۔ آپ ان کے نام دیکھ سکتے ہیں اور کچھ بڑے علماء کی سیرت بھی موجود ہے۔

https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%B9%D8%A8%D8%AF_%D8%A7%D9%84%D9%84%DB%81_%D8%A8%D9%86_%D8%B9%D8%A8%D8%A7%D8%B3#:~:text=%D8%A2%D9%BE%20%DA%A9%D8%A7%20%D9%86%D8%A7%D9%85%20%D8%B9%D8%A8%D8%AF%20%D8%A7%D9%84%D9%84%DB%81,%D9%86%D8%A7%D9%85%20%D8%A7%D9%85%20%D8%A7%D9%84%D9%81%D8%B6%D9%84%20%D9%84%D8%A8%D8%A7%D8%A8%DB%81%20%D8%AA%DA%BE%D8%A7%DB%94

سوال: کیا ایک عالم دین کو ویسا ہی ہونا چاہیے جیسے آج کے عالم اور مولانا صاحب ہیں؟

جواب: یہ پرانا لفظ زیادہ اچھا نہیں لگتا کیوں یہ کہ بدنام ہو گیا ہے۔ اس کی بجائے انہیں چاہیے کہ وہ اسکالر کہہ لیں۔ ویسے ان کی مرضی ہے کہ جو مرضی لفظ استعمال کر لیں۔ اب مدارس میں کئی شاگرد PHD بھی کر لیتے ہیں تو وہ خود کو ڈاکٹر، پروفیسر وغیرہ بھی کہہ لیتے ہیں۔ اچھے علماء میں میرے کئی شاگرد PHD یا M.Phil کر کے حکومتی کالج میں پڑھا رہے ہیں اور تنخواہ سے گزارا کر رہے ہیں۔ الحمد للہ۔

غزوہ بدر کے قیدیوں نے مسلمان بچوں کو کون سا علم پڑھایا تھا

سوال: غزوہ بدر کے موقع پر جنگی قیدیوں کے لیے فدیہ مقرر کیا گیا، مگر جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے انکے لیے رعایت تھی کہ مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں اور آزادی حاصل کریں۔ سوال یہ ہے کہ وہ تو کافر تھے، انھیں تو قرآن نہیں آتا تھا اور وہ علوم جو مولوی صاحب پڑھاتے ہیں ان سے بھی ناواقف تھے، تو نبی کریم صلی علیہ والہ وسلم نے کونسا علم سکھانے کا کہا تھا اور وہ کیا تھا جس کے عوض انھیں رہائی ملی؟ یہ بات تو طے ہے کہ وہ دینی علوم نہیں تھے۔

جواب: اس میں صرف اتنی بات ہے کہ عرب لوگوں کی اکثریت لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم "جاہلی" ہیں۔ اس میں ایک مشہور شاعر نے ایسی شاعری کہی کہ سارے قبائل کے لوگوں نے اسے سب سے بڑا شاعر کہا۔ اس شعر کا معنی یہ ہے: "ہمارے خلاف کوئی جاہلیت نہ کرنا ورنہ ہم تم سے بڑھ کر زیادہ بڑے جاہل ہیں۔"

عربوں کو لکھنا اس لیے مشکل تھا کہ اس زمانے میں عربوں کو چائنہ سے کاغذ خریدنے پڑتے جو بہت مہنگے تھے۔ پورے عرب میں صرف مکہ مکرمہ کے لوگ تھے جو لکھنا جانتے تھے کیونکہ وہ بزنس کے لیے عراق، فلسطین، یمن جاتے تھے اور وہاں لکھنا بھی

پڑ تا تھا تو انہوں نے ان ممالک میں رہ کر لکھنا سیکھ لیا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے لکھے قیدیوں کو یہ فرمایا کہ وہ ہمارے بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو پھر فری میں انہیں آزادی مل جائے گی۔

یہ قیدی اگرچہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن لکھنا تو انہیں آتا تھا جیسا کہ آج کل غیر مسلم ٹیچر بھی ہمارے بچوں کو لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ انہوں نے انصار کے بچوں کو کوئی دینی علم نہیں پڑھانا تھا بلکہ لکھنے کا طریقہ ہی سمجھانا تھا جس میں ا، ب، ت، ث، ط وغیرہ لکھ سکیں۔ آپ کو اپنا تجربہ یاد ہو گا کہ نرسری میں ہی آپ کو ٹیچر نے شروع میں ا، ب، ت، A, B, C وغیرہ سکھائی تھی۔ پھر ایک دو سال میں آپ کو لکھنا آ گیا تھا تو پھر آپ اگلی کلاس میں لکھنے لگے تھے۔ اس کے بعد بچے کو جتنا یاد آتا تو وہ جملہ اور شاعری لکھ سکتے تھے۔ اس کا فائدہ یہی ہوا کہ انصار کے بچوں کو چند دنوں میں لکھنا آ گیا۔

پھر ان میں جو نوجوان ہوئے تو انہوں نے قرآن مجید بھی لکھنا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہی پورا قرآن مجید لکھوا دیا تاکہ بعد میں کوئی غلطی نہ ہو۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرح قرآن مجید کی ہزاروں کاپیاں لکھوا لیں اور تمام ممالک کے شہروں تک پہنچا دیا تاکہ قرآن مجید کی غلطی نہ رہے۔ اس زمانے کے قرآن مجید کی کاپیاں آج بھی موجود ہیں۔ اس میں غیر مسلم سائنسدانوں نے کاربن ٹسٹ کے ذریعے کیمیکل کو چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لکھا ہوا قرآن تو عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت والے زمانے میں لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہی فائدہ ہوا کہ آج تک قرآن مجید میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

آپ یہ تصویر دیکھ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں کتابت ایسے ہوتی تھی۔ بعد میں مسلمانوں نے زبر، پیش، پیش وغیرہ کو لکھنا شروع کیا تاکہ لہجے کی غلطی بھی نہ رہے۔ آپ اس تصویر میں چیک کریں کہ موجودہ قرآن بھی بالکل ایسا ہی ہے اور یہ معجزہ ہے کہ آسٹریلیا سے لے کر کینیڈا تک قرآن مجید بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔
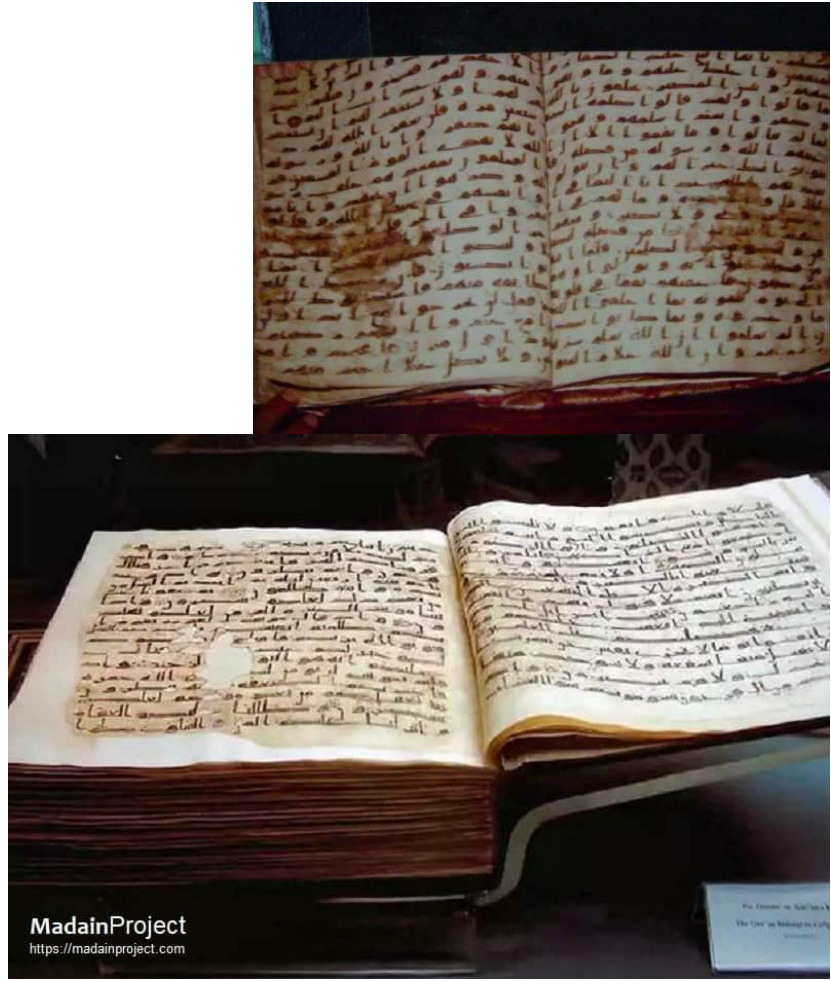
کیا جنازہ، نکاح، عید، نماز وغیرہ کی اجرت مقرر کرنا جائز ہے

سوال: کیا جنازہ، نکاح، عید، نماز وغیرہ کی اجرت مقرر کرنا جائز ہے۔ اگر اس کا استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے لیا جائے تو کیا وہ جن کا وظیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا، یہی کام کرتے تھے جو آج کے مولانا صاحب کرتے ہیں؟

جواب: یہ بدتمیزی ہے۔ یہ بالکل وہی ہندو کلچر میں جس طرح پنڈت لیتے ہیں ویسے ہی یہ سب رقم لیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں بھی یہی عادت بن گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں صرف یہ کیا تھا کہ جب کسی عالم کو حکومتی جاب دیتے کہ وہ مسجد میں فل ٹائم پورا دن تک تعلیم پڑھاتے جائیں تو تب انہیں تنخواہیں دیتے رہے۔ اس طرح ٹھیک ہے کہ آپ مسجد میں فل ٹائم جاب ہے تو پھر مولوی صاحب کو تنخواہ دینی چاہیے ورنہ وہ معاش کیلئے کیا کریں گے؟ اگر فل ٹائم نہ ہو بلکہ کوئی آدمی بھی نماز پڑھالے تو کوئی تنخواہ نہیں لینی چاہیے۔

یہ سلسلہ تب ہوا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو وہ اگلے دن سامان پکڑ کر بازار گئے۔ راستے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روکا کہ آپ حکومتی کام کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ گھر کا اخراجات کیسے پورے کروں؟ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکومت کے فنڈز میں تنخواہ طے کر دی۔ یہ سلسلہ پھر جاری رہا ورنہ پہلے عرب میں تنخواہیں نہیں ہوتی تھیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکومتی تنخواہیں دینے لگے لیکن امیر صحابہ تنخواہ نہیں لیتے تھے۔

کئی بار مولوی صاحب نے مجھے ذمہ داری دی کہ عید کی نماز اور جمعہ کی نماز پڑھائیں کیونکہ وہ اپنے گاؤں جا رہے تھے۔ میں نے پڑھائی تو اس کی کوئی رقم نہیں لی۔ تب مسجد کے ذمہ دار حضرات نے زبردستی رقم مجھے دے دی۔ میں نے خاموشی سے وہی رقم مسجد میں لا کر میں پھینک دی۔ اسی طرح جنازہ پر ایک بار ہوا کہ کسی کو کوئی مولوی صاحب نہیں ملے تو راستے میں مجھے کہہ دیا۔ میں نے فوراً جا کر نماز جنازہ پڑھا دی اور دفن کی خدمت بھی کسی حد تک کی۔ ان صاحب نے مجھے بڑی رقم دی۔ میں نے منع کیا تو انہوں نے ڈبل کر دی۔ میں نے بتایا کہ یہ میرے اپنے بھائی کا جنازہ ہے، اس پر کوئی رقم نہیں لوں گا۔

میرے سسر صاحب مسجد کے امام تھے۔ انہیں شادی کے لیے بلایا جاتا تھا۔ نکاح کے وقت انہیں رقم دی جاتی تو وہ اس رقم کو فرماتے تھے کہ یہ میری بیٹی کی شادی ہے، اس بیٹی کو تحفہ دے دو۔

سوال: دین فروشی سے کیا مراد ہے؟ کیا ریٹ فکس کر کے تقریر کرنا بھی دین فروشی کے زمرے میں آتا ہے؟ اگر یہ دین فروشی نہیں ہے تو قران و حدیث میں جس دین فروشی کا ذکر ہے، وہ کیسے دین بیچیں گے؟

جواب: دین فروشی وہی ہے جیسے ہندوؤں کے ہاں پنڈت ہر چیز پر رقم لیتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں جو علماء تھے، ان میں سے بعض علماء نے دین فروشی یہ کی کہ جعلی اور جھوٹ فتوے دے کر رقم لیتے۔ مثلاً تورات میں پابندی نہ ہوتی تو اگلوں کی شریعت کی پابندی ایجاد کر کے ان سے رقم لے کر جان چھڑوا دیتے۔ آج کل کی یہ مثال ہے جیسے طلاق نہیں ہوئی لیکن طلاق کہہ کر رقم لے لی اور حلالہ کروا دیا۔

بنی اسرائیل اور مسلمانوں کے علماء بھی یہی حرکتیں کرتے رہے اور آج تک جاری ہے۔ اس کے لیے آپ بنی اسرائیل میں حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے لیکچرز کو ضرور پڑھیے گا جس میں انہوں نے بنی اسرائیل کے علماء پر شدید تنقید کی ہے اور ہمارے علماء میں بھی یہی حرکت جاری ہے۔ اسی تنقید کی وجہ سے علماء نے سازش کر کے حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اللہ تعالی نے بچا دیا۔ اسے آپ سورۃ آل عمران، النساء اور المائدہ میں پڑھیں گے۔

https://mubashirnazir.org٪/05/12/2022/d9٪be٪db٪81٪d8٪a7٪da٪91٪db٪8c-٪da٪a9٪d8٪a7-٪d9٪88٪d8٪b9٪d8٪b8/

یہ کیا کرتے کہ معمولی اشیا پر زکوۃ لے لیتے اور اس پر قبضہ کر لیتے۔ لیکن بڑے احکامات جیسے کسی بیوہ خاتون کی زمین پر قبضہ کر کے مسجد بنا لیتے اور اس کے مال پر قبضہ کر لیتے۔ پھر جو عالم فوت ہوتا تو بڑا خوبصورت مزار بنا دیتے اور اس پر رقم کماتے رہتے۔ اس کی ابھی مثال آپ لاہور میں دیکھ سکتے ہیں کہ ہجویری صاحب کے مزار پر سونا بھی عقیدت مند جاہل لوگوں نے لگا دیا ہے اور اس پر فائدہ تو مولوی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ایسی مثالیں آپ کو ملتان، پاک پتن اور دیگر علاقوں میں ملے گی۔

سوال: علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہونگی مگر ہدایت سے خالی۔ انکے علامہ آسمان کے نیچے بدترین خلق ہونگے۔ ان سے فتنہ نکلے گا اور انھیں میں لوٹ جائے گا۔" اس حدیث کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: حدیث کو چیک کرنے کے لیے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ یہ کس کتاب اور اس کے کس باب میں موجود ہے؟ اس طرح ہم جانچ پڑتال کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث قابل اعتماد ہے یا نہیں؟ اس کتاب میں سارے راویوں کے نام ہوتے ہیں، ان کے ناموں سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث قابل اعتماد لوگوں سے ہم تک پہنچی ہے یا وہ قابل اعتماد لوگ نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ متن میں قرآن اور دیگر احادیث کے ساتھ چیک کیا جاتا ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے میچ ہو رہی ہے یا نہیں؟

آپ نے چونکہ اس کتاب کا نہیں بتایا ہے، اس لیے ان کے راویوں کا کچھ نہیں بتا سکتا ہوں۔ ہاں متن کے لحاظ سے یہ لاجیکل ہے اور تاریخ میں یہی رزلٹ آیا ہے۔ خاص طور پر ہمارے ہاں جب بغاوتیں، لڑائی جھگڑے ہوئے ہیں اور لوگوں نے قرآن مجید کو سمجھنا چھوڑ دیا تو پھر ایسا ہی ہوا ہے۔ مسجدوں میں لوگ مناظرے کرتے رہے اور آپس میں لڑائیاں بھی کرتے ہوئے ایک فرقہ کی مسجد پر قبضہ دوسرے فرقہ والے کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ 1700 CE سے لے کر آج تک جاری ہے۔ اس کی مثال آپ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ 1750 کے آس پاس کسی سال میں کیا تو بہت سے مولویوں نے ان پر کفر کا فتوی لگوا دیا کہ انہوں نے گستاخی کی ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سال سے پہلے بھی کافی عرصے سے لوگ قرآن مجید سمجھ نہیں رہے تھے۔ پھر مسلمانوں میں لوگ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے رہے اور اس طرح تقریباً تمام ہی مسلمان کافر ہو گئے تو پھر مسلمان رہا کون؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں یہی فرمایا تھا کہ کوئی کسی کو کافر نہ کہے ورنہ کہنے والا بھی کافر ہو سکتا ہے۔ متن میں یہ لفظ "لوگوں" سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ہر وقت اور ہر جگہ میں سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں بلکہ اس میں کافی لوگوں کی بات ہو رہی ہوتی ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ پر اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ ابھی بھی اچھے لوگ ہیں اور پچھلی تین صدیوں میں بھی اچھے لوگ گزرے ہیں۔ حدیث کا متن بالکل درست ہے اور حقیقتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی فتنہ شروع ہو گیا تھا جس میں کہنے والے مسلمان تھے لیکن وہ حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد پھر ہر صدی میں یہ فتنہ جاری رہا ہے اور اسی وجہ سے ہم عروج سے گر کر زوال پر آ گئے۔ یہ معاملہ صرف مسلمانوں ہی میں نہیں رہا بلکہ سب مذاہب میں ایسی ہی فرقہ واریت جاری رہی اور جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ موجودہ زمانے میں لوگ سیاست کے لیے اپنے ساتھیوں میں مذہب کا استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ ماٹی ویٹ ہو جائیں۔

علوم القرآن کے متعلق سوالات

سوال: سورۃ البقرۃ آیت 134-133 میں ذکر ہے کہ "وہ ایک گروہ تھا جو گزر گیا۔ ان کی ذمے داری وہی تھی جو انھوں نے کیا اور آپ کی ذمے داری ہے جو اپ کر رہے۔ آپ سے یہ نا پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔" اس آیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں بنی اسرائیل کے تبصرے کا جواب ہے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کے نیک بندوں کا ذکر کر کے کہا کہ ہم تو اللہ تعالی کے پیروکار اور دیندار لوگ ہیں۔ اس پر اللہ تعالی نے جواب دیا کہ آپ کے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم الصلوۃ والسلام تو گزر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا عمل کیا اور ان کا اجر انہیں ملے گا۔ تم اپنے عمل کے حساب سے سوچ لو کہ تم تو اچھا عمل چھوڑ کر اللہ تعالی کے دشمن بن چکے ہو۔

یہ بالکل وہی بیماری ہمارے ہاں بھی ہے۔ ہم قدیم لوگوں کے عمدہ عمل پر اپنا دعوی کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور ہم ان کے پیروکار ہیں تو ہم بھی جنت میں جائیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہمارے ہاں کسی فرقہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بیان کرنے کے لئے خود کو "عاشق النبی" اور "لبیک النبی" کہہ دیتے ہیں۔ کوئی خود کو "صحابہ کرام کا لشکر" کہہ دیتے ہیں اور کوئی "اہل بیت کا لشکر" بنا دیتے ہیں۔ اسی پر مسلمان آپس میں لڑتے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا کہ 1990-2005 تک جھنگ شہر میں فسادات ہوئے اور اب بھی ہوتے ہیں۔

بالکل یہی بیماری بنی اسرائیل کے ہاں تھی اور ابھی تک ہے۔ سب بنی اسرائیل خود کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروکار کہتے ہیں لیکن پھر یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام پر فوکس کر دیا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے نام پر خود کو عیسائی کہلانے لگے۔ اسی طرح صابی حضرت یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیروکار کہلاتے ہیں اور آپس میں جنگیں کرتے رہے۔ آپ خود کسی یورپی اسکالر کی تاریخ کو پڑھیں تو وہ بتاتے ہیں کہ یورپ میں مسلسل عیسائی اور یہودیوں میں بڑی شدید جنگیں ہوتی رہیں۔ صرف اسپین میں مسلمانوں کی حکومت میں ہمیں سکون حاصل ہوا ہے۔

سوال: اس کے مطابق اگر دیکھا جائے تو ہمارے فرقوں کی لڑائی اسی بات پر ہے کہ خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا؟ کیا ہمیں اس آیت کے مطابق اس مسئلے کو چھوڑ دینا چاہیے ناں؟ کیونکہ اس سے ہمیں کچھ فائدہ نہیں بلکہ تفرقہ بازی بن رہی ہے۔؟

جواب: آپ قرآن مجید کا مطالعہ کر لیں تو پھر آپ تاریخ کا مطالعہ کیجیے گا۔ آپ تاریخ کو محدثین کے طریقہ کار پر ریسرچ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں آپس میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ باغی تحریکیں پیدا ہوئی تھیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر انہوں نے حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو بھی شہید کر

دیا اور معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہوئی۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کر سکیں۔

شیعہ حضرات نے ایک بڑی مقدس کتاب "نہج البلاغۃ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیکچرز کو شامل کیا ہے۔ اسی میں آپ پڑھ سکتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومتی فوج کے اندر باغی پارٹیوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آپ معاویہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو ورنہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں گے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ آپ معاویہ ہی کو حکومت دے دینا۔ لیکن باغی پارٹیوں نے ہر صحابی کے خلاف جعلی کہانیاں ایجاد کیں جو آج تک تقریروں میں سنائی جا رہی ہیں۔ اس میں شیعہ علماء زیادہ کرتے ہیں اور ان سے متاثر سنی علماء بھی تقریروں میں کہہ دیتے ہیں لیکن انہوں نے جانچ پڑتال نہیں کی ہوتی ہے۔

جب ٹائم ہوا تو آپ ان کتب کو پڑھ لیجیے گا جس میں میں نے اپنی کتاب میں جعلی کہانیوں کا ثبوت پیش کر دیا ہے اور قابل اعتماد روایات کی جانچ پڑتال کر دی ہے۔

https://mubashirnazir.org%/28/11/2022/d8%b9%db%81%d8%af%-d8%b5%d8%ad%d8%a7%d8%a8%db-%81%d8%a7%d9%88%d8%b1-%d8%ac%d8%af%db%8c%d8%af-%d8%b0%db%81%d9%86-%da%a9%db%92-%d8%b4%d8%a8%db%81%d8%a7%d8%aa/

سوال: یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر میں داخل ہوتے ہوئے مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا کیوں کہا تھا؟

جواب: یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بیٹوں کو مصر میں داخل ہونے کے لیے احتیاط کے طور پر مختلف دروازوں میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ اس وقت انہیں بتایا گیا تھا کہ ان کے چھوٹے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس لیے انہوں نے احتیاط کے لیے باقی بیٹوں کو فرمایا تھا۔ آپ کے بیٹے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام تو کافی عرصہ پہلے غائب ہو چکے تھے۔ اتنے سالوں بعد وہی مصر کے وزیر خزانہ بن چکے تھے اور انہوں نے اپنے سگے بھائی کو روک لیا تھا تاکہ اپنے بھائی سے ملاقات کر سکیں۔ پھر انہوں نے اپنے سب بھائیوں اور والدین کو مصر میں سیٹل کر دیا تھا۔ اس طرح ان کی دعوت مصر میں بہت تیزی سے پھیلنے لگے۔

سوال: سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 108 میں کہا گیا کہ: اے اہل ایمان اپ ایسی باتیں پوچھتے ہیں۔ اس چیز کی سمجھ نہیں آئی کہ کونسی باتیں تھیں، جو وہ پوچھتے تھے؟

جواب: اہل ایمان سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور بالخصوص مدینہ منورہ کے نئے اہل ایمان تھے۔ یہ صدیوں سے بنی اسرائیل سے متاثر تھے کیونکہ دین کے علماء بنی اسرائیل ہی میں تھے۔ اب انصار کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تربیت حاصل کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں سوالات پیدا ہوتے تھے جو اپنے بیک گراؤنڈ میں بنی اسرائیل سے سیکھ چکے تھے کہ اللہ تعالی کی

شریعت تو تورات میں موجود ہے۔ اب تبدیلیاں محسوس ہونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگے کہ اللہ تعالی نے شریعت میں تبدیلی کیوں کر دی ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالی نے اس کا جواب دیا ہے۔

مثلاً ابھی آپ تورات کو مطالعہ کریں تو وہ بائبل کی پانچویں کتاب "استثناء" کے نام پر ہے جس میں تورات کی تفصیلات ہیں۔ اس میں بڑی تبدیلی کچھ نہیں ہوئی ہے بلکہ صرف معمولی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ بنی اسرائیل پر ہفتے میں ایک دن مسلسل عبادت کا حکم تھا جسے "سبت" کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے یہ تبدیلی کی کہ اب نئی امت مسلمہ کو پورے دن تک عبادت کا حکم نہیں دیا بلکہ ایک گھنٹے کی عبادت کا حکم دیا جو جمعہ کی نماز ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں زیادہ تربیت کی ضرورت تھی تو اس لیے انہیں ایک دن عبادت کا حکم دیا تھا۔ نئی امت مسلمہ کے لیے عبادت کے دن جمعہ میں کم ٹائم کا حکم دیا کیونکہ اب اسے تمام انسانوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پہنچنا تھا۔

اس کے علاوہ بنی اسرائیل میں اپنی فرقہ واریت اور ان کے فقہاء نے اپنے فتووں کو دین کا حصہ بنا دیا تھا جو تالمود کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالی نے یہ بتا دیا کہ یہ کوئی دین کا حکم ہے ہی نہیں بلکہ ان کے فقہاء کا آئیڈیا ہی ہے اور اس کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے۔ مثلاً ان کے فرقہ عیسائی اور یہودیوں میں یہ اختلاف پیدا ہوا تھا کہ مسجد اقصی کے مشرقی دیوار کو قبلہ بناؤ جبکہ یہودی اس کی مغربی دیوار (Western Wall) کو قبلہ بناتے تھے۔ ابھی بھی ان کے ہاں یہ بڑا ایشو ہے لیکن اللہ تعالی کے نزدیک یہ کوئی ایشو ہی نہیں ہے اور وہیں پر وہ توبہ کرتے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالی نے 115 آیت میں اسی کو ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں انہی غلطیوں کو اس وجہ سے رکھا تاکہ مسلمان اس فرقہ واریت سے بچ سکیں اور مولانا کے فتووں کو دین کا حصہ نہ سمجھیں۔ اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ فرقہ واریت میں لوگوں میں صرف فتووں کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے، ورنہ سچ مچ دین کا کوئی ایشو ہی نہیں ہوتا ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ جو کسی بھی فرقہ کے مولوی صاحب فرما رہے ہوں تو ان سے صرف اتنا پوچھ لیں کہ قرآن مجید میں یہ حکم کہاں پر لکھا ہوا ہے اور اگر حدیث ہے تو وہ کس کتاب میں کہاں پر حدیث موجود ہے؟ اول تو وہ بتا نہیں سکیں گے بلکہ آپ پر غصہ کریں گے۔ پھر اگر وہ بتا دیں تو آپ نوٹ کر لیجیے۔ پھر خود قرآن مجید میں صرف اسی ایک آیت نہیں بلکہ اگلی پچھلی آیات کے ساتھ مطالعہ کریں۔ اسی طرح اس ٹاپک پر حدیث ہے، اس ٹاپک کی تمام احادیث کا مطالعہ کریں تو وہ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دین میں کیا حکم ہے اور غلطی کہاں ہے؟

سوال: سورۃ النساء کی آیت 97 میں ہے کہ: فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس حال میں تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم ناتواں اور عاجز کر دیے گئے تھے تو فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ اس میں ہجرت کر جاتے۔ تو اس کے مطابق فلسطین والوں کو ہجرت نہیں کرنی چاہیے؟

جواب: یہاں پر جہاد کا موضوع ہے اور اس وقت بہت سے قبائل کے اندر چند لوگ ایمان لائے تھے۔ اس وقت قبیلے کے لیڈرز، اپنے بدمعاشوں کے ذریعے اپنے لوگوں پر تشدد کر رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت دی کہ

وہ جہاد کریں۔ اس کے لیے کئی طریقے تھے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ اس قبیلے کے سرداروں سے آزادی کا معاہدہ کروالیں تا کہ جو ایمان لائیں تو ان پر کوئی تشدد نہ کرے۔ اگر وہ معاہدہ نہ کرے تو پھر جنگ کریں۔ اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سے قبائل میں تشریف لے گئے اور اکثر معاہدے ہو گئے۔

اس وقت مختلف قبائل کے اہل ایمان پر یہ حکم نازل ہوا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ اس کے لیے انصار مدینہ پر ذمہ داری تھی کہ وہ ان کی معاشی مدد کریں تا کہ وہ سیٹل ہو جائیں۔ اس وقت تک جو مہاجرین بھی سیٹل ہو گئے، ان پر بھی ذمہ داری تھی کہ وہ نئے مہاجرین کو بھائی بنا کر ان کی معاشی خدمت کریں۔

ہجرت کی یہ ذمہ داری صرف انہی لوگوں پر ہے، جن کے لئے ممکن ہو سکے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہر ملک میں پاسپورٹ بن گئے اور اس کے لیے ویزا کی ضرورت ہے۔ فلسطینی بھائی بالخصوص غزہ کے لوگوں پر پابندیاں بھی لگا دی گئی ہیں اس لئے وہ ہجرت نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ آیت ان سے متعلق نہیں ہے۔ اس سے کافی عرصے پہلے ان سے متعلق یہ حکم تھا۔ اس وقت بہت سے فلسطینی بھائی ہجرت کر سکتے تھے۔ بہت سے لوگ اردن، سعودی عرب، مصر، سیریا وغیرہ جا سکتے تھے اور چلے بھی گئے۔ پھر بہت سے لوگ آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ بھی رہ سکتے تھے۔ اب ان پر جبر کا ماحول ہو گیا ہے۔

1967 تک غزہ مصر کا حصہ تھا۔ اسی طرح دریائے اردن کا مغربی علاقہ جس میں یروشلم بھی شامل ہے، یہ اردن کا حصہ تھا۔ پھر 1967 کی جنگ ہوئی تو ان سب پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت مغربی حصہ کے بہت سے لوگ پھر اردن ہی میں رہنے لگے۔ ان میں سے بہت سے دوست مجھے سعودی عرب میں ملے ہیں۔ اس جنگ میں سینا کا پورا جزیرہ بھی اسرائیل نے قبضہ کر لیا تھا جس میں طور پہاڑ شامل ہے۔ پھر اسرائیل نے امریکہ کی اجازت کے بغیر ہی 1973 میں مصر کے ساتھ جنگ کر بیٹھے۔ اس میں مصریوں نے اسرائیل کو بہت مارا ہے۔

پھر اسرائیل نے بڑی معذرت کی تو امریکہ نے مصر اور اسرائیل کے معاہدے کروا دیے۔ سینا مصر کو واپس دے دیا لیکن غزہ مصر کو نہیں دیا۔ جب امن تھا تو 2007 میں میں سینا گیا تھا۔ اس وقت کوہ طور پر بہت سے اسرائیلی اور یورپی لوگ آئے ہوئے تھے۔ مصر کے دیہاتی لوگ انہیں سمجھا رہے تھے کہ یہ پاکیزہ برکت کا علاقہ ہے، اس میں لباس اچھا پہنو۔ اس کے نتیجے میں یورپی اور اسرائیلی لوگوں کو مصری لوگ دھوتی کرائے پر دے رہے تھے۔ آپ تصور کریں کہ یورپی خواتین بھی بڑی عقیدت سے دھوتی کرائے پر پہن کر کوہ طور پر جا رہی تھیں۔

سوال: سورۃ النساء کی آیت نمبر 102 میں جہاد کے دوران نماز کے طریقے کا ذکر ہے، اسکی وضاحت کر دیں مجھے سمجھ نہیں آئی ؟

جواب: جہاد میں آپا دھاپی کی حالت بن جاتی ہے۔ بڑی جلدی مومنٹ ہوتی ہے اور پھر سکون سے کوئی نہیں رک سکتا ہے۔ اگر کہیں رکے بھی ہوں، تب بھی یہ خطرہ رہتا ہے کہ پہلے زمانے میں تیر مارے جا سکتے تھے اور اب تو بم اور میزائل بھی مارے جا

سکتے ہیں۔ اللہ تعالی نے یہ اصول انہیں بتادیا کہ ہر انسان پر ذمہ داری وہی ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔ چنانچہ نماز کو آدھا کر دیا، پھر کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر طرح نماز کی اجازت بھی دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وجہ سے اجازت دی ہے کہ آپا دھاپی کی کبھی بھی حالت ہو جیسا کہ سفر میں ہوتی ہے تو وہاں پر بھی یہ آسانی کر دی تھی۔ اب آیت 102 میں ایک خاص صورتحال تھی۔ جہاد ہو رہا تھا اور ابھی جنگ نہیں ہوئی لیکن کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کی نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں کیونکہ کوئی معلوم نہیں کہ کتنے سیکنڈ میں ہم شہید ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ محبت تھی کہ زندگی کے آخری سیکنڈ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ اللہ تعالی نے اس کی اجازت دے دی کہ آپ آدھا حصہ کر لیں۔ فوج کا آدھا حصہ ایک رکعت پڑھیں اور چلے جائیں۔ پھر فوج کا دوسرا حصہ آ کر ایک رکعت پڑھ لیں۔ اس وقت چار رکعت کو بھی دو رکعت کر دیا تھا۔

یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی تھا۔ بعد میں اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ اب موجودہ زمانے میں آپ 10-15 جماعتیں بنا کر پڑھ لیں تاکہ باقی لوگ سیکورٹی کے طور پر رہیں۔ ہاں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے تھے تو اس وقت تو ہر صحابی کی خواہش تھی کہ ہم آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں۔ اللہ تعالی نے اس محبت کو پسند فرمایا ہے۔ اگلی صدیوں میں فقہاء نے احمقانہ فتوے دیے ہیں اور اسی طرح ایک رکعت پڑھ کر نماز پڑھو اور اسے "نماز خوف" کہتے ہیں۔ اب تو الگ الگ کئی جماعتیں پڑھ سکتے ہیں، اس لیے اس نماز خوف کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب فوج کا کوئی بھی کمانڈر ہو، تب بھی الگ الگ یونٹ اپنی جماعت کروا سکتے ہیں۔

سوال: سورۃ النساء کی آیات 168-167 میں کہا گیا کہ "انسانو اپنے انہی لیڈرز کے پیدا کئے ہوئے توہمات کے تحت آپ نے جو حلال و حرام طے کئے ہوئے ہیں انکی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لیے زمین کی چیزوں میں سے جو حلال و طیب ہیں انہیں کھائیے۔ اس میں ان کی توہمات کیا تھیں اور اس کا آج کے معاشرے میں کیا اطلاق ہے؟

جواب: یہ بہت ہی دلچسپ سوال ہے اور اس کے جواب کے لیے ایک کتاب لکھنی پڑے گی۔ ویسے میں کتاب لکھ چکا ہوں اور اس لنک پر کتاب اور لیکچرز حاضر خدمت ہیں جس کا نام ہے "مذہبی برین واشنگ اور ذہنی نفسیاتی غلامی"۔ اس کی سمری عرض ابھی کر دیتا ہوں۔

https://mubashirnazir.org٪/06/12/2022/d9٪85٪d8٪b0٪db٪81٪d8٪a8٪db٪8c-٪d8٪a8٪d8٪b1٪db٪8c٪d9٪86-٪d9٪88٪d8٪a7٪d8٪b4٪d9٪86٪da٪af-٪d8٪a7٪d9٪88٪d8٪b1-٪d8٪b0٪db٪81٪d9٪86٪db٪8c٪d8٪8c-٪d9٪81٪da٪a9٪d8٪b1٪db٪8c-٪d8٪a7٪d9٪88٪d8٪b1-٪d9٪86٪d9٪81٪d8٪b3/

لیڈرز نے توہم پرستی کے لیے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ خدا کا انسان سے ڈائرکٹ تعلق نہیں بن سکتا۔ اس کے لیے تمہیں پیر کے مرید بننا ہو گا۔ پھر پیر، اللہ تعالی کا دوست ولی ہے، وہ تمہیں اللہ تعالی سے ملا دے گا۔ اب جو مرید بن جاتے تو وہ اپنے پیر کی

خدمت کرتے رہتے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ نفسیاتی عمل کر کے انہیں اپنا ملازم بلکہ غلام بنا دیتے اور انہیں استعمال کرتے۔ انہوں نے ایسے عجیب و غریب طریقے ایجاد کیے جس کی تفصیل آپ "تصوف" کی کتاب میں پڑھ سکتے ہیں۔

https://mubashirnazir.org/25/12/2022/d8%aa%d9%82%d8%a7%d8%a8%d9%84%db%8c-%d9%85%d8%b7%d8%a7%d9%84%d8%b9%db%81%-d9%be%d8%b1%d9%88%da%af%d8%b1%d8%a7%d9%85-%da%a9%db%8c-%d8%aa%d9%81%d8%b5%db%8c%d9%84%db%8c-%d9%85%d8%b6%d8%a7%d9%85%db%8c/

https://drive.google.com/drive/u/0/folders12/ODWBkAskGyloH1KMaU1b1_uPuhM9fW0

توہم پرستی کے لیے مثال یہ ہے کہ مرید اپنے مرشد کے لیے مزار بنا دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس مزار میں جو مرشد ہیں، وہ تمہارا اللہ تعالی سے تعلق قائم کر دیتے ہیں اور پھر وہ مرید اس مزار یا قبر کی پوجا کرتے رہتے۔

نماز کے متعلق سوالات

سوال: نماز مدت العمر کیا ہے؟ نماز میں اگر سنتیں نا پڑھیں تو کیا گناہ نہیں ہو گا؟ علماء تو کہتے ہیں کہ سنت موکدہ ادا نہ کرنے پر پکڑ ہو گی؟

جواب: مدت العمر نماز میں آپ نے کیا دریافت فرمایا ہے؟ میں سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اس لیے وضاحت کر دیں تو جواب عرض کروں۔ دین میں حکم یہی ہے کہ ساری عمر تک آپ نے نماز پڑھنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا دیا ہے کہ پانچ نمازیں آپ پر فرض ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام نمازیں نفل کے طور پر موجود ہیں۔ اس میں اللہ تعالی نے بتا دیا ہے کہ آپ مزید جتنی نمازیں پڑھیں گے تو اللہ تعالی قبول کرے گا اور اس پر اجر دے گا۔ اگر نہ پڑھ سکیں تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز کو چھوڑ دیں تو گناہ ہوتا ہے، اگر ہو گیا تو فوراً توبہ کر لینی چاہیے اور اس فرض نماز کو قضا ادا کر لیں۔ فرض نمازوں میں روزانہ صرف 17 رکعتیں ہی بنتی ہیں۔ دو رکعت فجر، چار رکعت ظہر، چار رکعت عصر، تین رکعت مغرب اور چار رکعت عشاء۔ اس کے علاوہ باقی سب فرض نہیں ہیں لیکن نفل ہے جس کا اجر آپ لے سکتے ہیں۔

مدت العمر سے ان کی مراد غالباً یہ ہو گی کہ ایک آدمی نے بچپن میں نمازیں نہیں پڑھیں اور پھر عادت نہیں ہوئی۔ اب جا کر 62 سال کی عمر میں شعور آیا اور نمازیں پڑھنی شروع کی ہیں۔ اب اسے جوان ہونے سے لے کر آج تک کی نمازیں پڑھنی چاہییں۔ عام طور پر انسان 12 سال کی عمر میں ہی جوانی شروع ہو جاتی ہے اور شادی کے قابل ہو جاتا ہے، اس لیے انہوں نے 50 سال کی نمازوں کا کہا ہو گا۔ یہ ایک بڑا مشکل کام ہے کہ صرف فرض نمازوں میں آپ کیلکولیٹ کر لیں تو تقریباً یہ حساب بنے گا۔ 50 x 365 x 17 = 310,250 اب اتنی تین لاکھ دس ہزار دو سو پچاس رکعتیں ادا کرنی ہوں گی جو بڑا مشکل کام ہے۔ ایسے صورتحال میں معقول فقہاء نے یہ مشورہ دیا ہے کہ آپ نفل بلکہ سنت جتنا پڑھ سکتے ہیں، اس کی جگہ صرف پرانی فرض کی نیت کر لیں۔ اس طرح چند سالوں میں ان کی فرض ادا ہو جائیں۔ میں بھی اسی کا قائل ہوں کہ یہی ممکن ہے۔ جب مجھے ایکسڈنٹ ہوا تو

قومے میں دو ماہ تک بیہوش رہا۔ جب شعور آیا تو میں نے بھی اسی طرح دو ماہ کی پانچ نمازوں کی فرض کے حساب سے 1,020 رکعتیں ادا کرتا رہا۔

اب جن بھائیوں کا خیال آیا کہ وہ اس میں سنتیں بھی پوری کریں تو اس آدمی کو 62 سے شروع کرے تو پھر 100 سال کی عمر تک ہی مکمل ہو گا اور کوئی معلوم نہیں کہ بیچ میں کسی وقت فوت جائے۔ اس میں شدت پسندی زیادہ ہے جس سے انسان دین کو چھوڑ دیتے ہیں اور پھر وہ مرتد یا ملحدین بنا دیتے ہیں۔ اس کے لیے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث میں سمجھ سکتے ہیں کہ دین میں کیا احکامات ہیں اور قرآن مجید میں کیا حکم ہے؟

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کسی پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ (اُس کا قانون ہے کہ) اُسی کو ملے گا جو (نیکی) اُس نے خریدی ہے اور وہی (گناہ) بھرے گا جو اُس نے خریدی ہے۔ (سورۃ البقرۃ 286)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن (میں گورنر بنا کر) بھیجا' تو ان سے فرمایا: "آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب آپ وہاں پہنچیں تو پہلے انہیں دعوت پہنچا دیجیے گا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب آپ کی بات مان لیں تو انہیں بتا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ آپ کی اس بات پر بھی مان لیں تو انہیں بتا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے۔ یہ زکوۃ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ آپ کی اس بات کو بھی مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے نہ لیجیے بلکہ مظلوم کی آہ سے ڈرتے رہیے کیونکہ اس مظلوم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔" (بخاری، کتاب الزکوۃ، 76:1496)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یقیناً دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (یعنی اس کی سختی ناکام ہو جائے گی۔) اس لیے اپنے عمل میں پختگی اختیار کر لیجیے اور جہاں تک ممکن ہو تو میانہ روی اختیار کر لیجیے۔ خوش ہو جائیے (کہ دین آسان ہے) جبکہ صبح، دوپہر، شام اور رات میں نماز سے مدد حاصل کر لیجیے۔" (بخاری، کتاب الایمان، 2:39)

جہاں تک سنت مؤکدہ کا تعلق ہے تو اس میں حنفی فقہاء جیسے پاکستان میں دیوبندی بریلوی علماء یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس میں گناہ ہو گا۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی سنت مؤکدہ چھوڑ دیں تو یہ پکڑ ہو گی کہ اتنی لمبی عمر میں یہ نیکیاں کیوں نہیں کی ہیں؟ اس میں حنفی فقہاء نے اصل میں نفل کی تقسیم اس طرح کی ہے جس میں مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء اس تقسیم کے قائل نہیں ہیں۔ حنفی فقہاء کی تقسیم یہ ہے جو مثلاً نماز سے متعلق ہے:

فرض: یہ تو لازمی حکم ہے جسے چھوڑ دیں تو گناہ ہو گا اور آخرت میں سزا ہو گی۔

واجب: وہ فرض تو نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید ضرور کی ہے جیسے وتر کی تین رکعت نماز جو اصل میں تہجد ہی کا حصہ ہے لیکن جنہیں مشکل ہو تو انہیں عشاء کے ساتھ ہی پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

سنت مؤکدہ: وہ فرض نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مسلسل عمل کرتے رہے جیسے فجر فرض سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی، ظہر فرض سے پہلے چار رکعت اور فرض کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں، مغرب میں فرض کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے۔

سنت غیر مؤکدہ: وہ فرض نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی عمل کیا اور کبھی نہیں کیا جیسے عصر فرض سے پہلے چار رکعت نفل نماز، مغرب فرض سے پہلے دو رکعت نماز وغیرہ۔

نفل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل نہیں کیا لیکن انسانوں نے خود عمل کرنا شروع کیا جس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔

اب شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء اس تقسیم کے قائل نہیں ہیں بلکہ فرض کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ سب ہی نفل کا حصہ ہے۔ اس میں تمام حنفی فقہاء بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل پڑھتے رہے تو ہمیں بھی اپنی حد تک کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن اگر کبھی چھوٹ گیا تو گناہ نہیں ہے۔ ہاں ساری عمر ہی اتنی سنت مؤکدہ نہیں پڑھی تو اس نے اپنے اجر کا نقصان ہی کیا ہے۔ یہ بات ان کی معقول ہے کہ ساری عمر ہی سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ اور نفل نہ پڑھنا تو اپنے اجر کو چھوڑنا ہے۔

اس لیے ہمیں شدت پسندی بالکل اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ فرض ہم لازمی پڑھیں اور باقی تمام نوافل پر بھی عمل کرتے رہیں، جب ممکن ہو۔ جب مشکل ہو جائے تو نہ کریں۔ اس شدت پسندی سے ہی لوگ دین سے بھاگ جاتے ہیں۔ اب بڑھاپے میں دین کا شعور آ جائے تو وہ نفل کی بجائے یہ نیت کر لیں کہ وہ پرانے فرض ہی کو ادا کرنے کی کوشش اتنی کریں جو ممکن ہو۔ ساتھ ہی توبہ کرتے رہیں تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔

سوال: میری جب کلاس ہو رہی ہوتی ہے، اسی وقت عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ نماز کے لیے جاتا ہوں تو کلاس رہ جاتی ہے۔ اگر کلاس لوں تو نماز رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں کیا کروں؟

جواب: عشاء میں اتنا ٹائم تو ہوتا ہے کہ کئی گھنٹوں میں کسی وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کلاس میں آپ کو چاہیے کہ سن لیں۔ پھر کلاس کے بعد آپ اور آپ کے ساتھی مل کر جماعت پڑھا کر نماز پڑھ لیں۔ میں بھی سعودی عرب میں کلاس پڑھاتا تھا تو ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہمیں آدھا گھنٹہ کھانے کا ملتا تھا۔ اس دوران ہم بھی وضو کر لیتے اور سارے شاگرد کالج کے اندر ہی اکٹھے ہو کر جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس کے بعد ہم دوسری کلاس شروع کرتے تھے۔ لاہور میں بھی پہلے کالج اور

پنجاب یونیورسٹی میں میں پڑھاتا تھا تو کلاس کے اندر ہی ظہر کا ٹائم آ جاتا تھا۔ پھر کلاس کے بعد ہم وہیں یونیورسٹی میں جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کر لیتے تھے۔

سوال: تراویح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا نہ پڑھنے پر گناہ ہے؟

جواب: تراویح حقیقت میں تہجد ہی کی نماز ہے جو نفل ہے۔ ادا کر سکتے ہیں تو ضرور کریں اور نہیں کر سکتے تو گناہ نہیں ہے۔ تہجد کی صرف وتر میں ذرا تاکید ہے۔ اس لیے آپ تین رکعت سے لے کر جتنی زیادہ رکعتیں کرنا چاہیں، یہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ اس تراویح کو عام طور پر لوگ عشاء کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی تھی کہ آپ اگر رات میں نہیں اٹھ سکتے تو تہجد کو عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لیا کریں۔

سوال: ہمارے ہاں تراویح میں امام ایسے قرآن پڑھتے ہیں کہ پیچھے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں کیا یہ قرآن کی بے ادبی نہیں؟

جواب: آپ کا اعتراض بالکل درست ہے۔ اللہ تعالی نے ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں اتنی سپیڈ نہیں کرنی چاہیے کہ لوگ قرآن مجید کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اس کی بجائے آہستہ آہستہ پڑھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ اسٹوڈنٹس کو کم از کم اتنی عربی آنی چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے خاص الفاظ جو 500 الفاظ ہی کو یاد کر لیں تاکہ ان سے سمجھ سکے۔ مثلاً لفظ "الحمد للہ" کا معنی ہے کہ اللہ تعالی کی تعریف ہے۔ اکثر حافظ صاحب اتنی سپیڈ سے پڑھتے ہیں گویا وہ موٹر وے پر سپیڈ میں بسیں چلاتے ہیں۔ اس کی بجائے آہستہ آہستہ تلاوت کریں اور پہلے ہی ترجمہ سنا دیا کریں تو آسان رہے گا۔ اس میں رمضان میں پورا قرآن نہ بھی مکمل ہو، لیکن اتنا تو کر دیں کہ وہ اکثر لوگوں کو سمجھ آ جائے۔

سوال: تراویح میں قرآن پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہو جس سے لوگوں میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو؟

جواب: بہت سے علماء یہ کرتے ہیں کہ تراویح میں کچھ منٹ کے لیے نماز سے کچھ منٹ پہلے ہی اس نماز میں جتنی آیات کی تلاوت کرنی ہے، اس کا ترجمہ سنا دیتے ہیں۔ اس سے پھر نماز میں کچھ نہ کچھ یاد رہتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے ارشادات پر غور کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی عمدہ طریقہ کار ہے۔

امامت کے لئے داڑھی کا مسئلہ

سوال: ہماری مسجد کے عالم کا کہنا ہے کہ جس کی داڑھی نہیں ہے تو وہ امام نہیں ہو سکتا اور نہ لوگوں کی امامت کر سکتا ہے۔ اس مسئلے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: مسجد کے علماء سے گفتگو نہ ہی کریں تو اچھا ہے ورنہ وہ غصے میں آپ سے بد تمیزی کر سکتے ہیں۔ ان میں جو بھی معقول آدمی ہو یعنی وہ عزت سے اختلاف کر سکتا ہو یعنی جس سے اختلاف ہو تو اس سے تب بھی عزت کے ساتھ بات کرتا ہو تو اس سے بات کر لیجیے گا۔ ان سے صرف یہ پوچھ لیجیے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ جس کی داڑھی نہیں تو وہ امام نہیں بن سکتا؟ اگر حدیث ہے تو اس کتاب کا نام اور باب بتا دیں۔ اگر ایک قابل اعتماد حدیث بھی مل گئی تو آپ کو ان کا جواب مل جائے گا کہ ان عالم کی بات درست ہے۔ اگر ایک بھی حدیث نہ ملی تو پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہیں ہے بلکہ کسی انسان کا خیال ہے اور بس اتنی سی بات ہے یعنی اس انسان کا خیال درست بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دینی احکامات کو اتنا تفصیل سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا دیا اور عمل بھی کرواتے رہے تو اس میں کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔ مثلاً جیسے نماز، زکوۃ، روزہ، حج، تعمیر شخصیت میں کوئی اختلاف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں ہے۔ پھر کسی بھی صدی کے عالم کی کتاب پڑھ لیں تو اس میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ آج کل کے زمانے میں کسی بھی ملک کے کسی بھی عالم کی کتاب پڑھ لیں تو وہاں بھی اختلاف نہیں ہے۔ ابھی آپ یوٹیوب میں حرم شریف کی ویڈیو دیکھ لیں جس طرح نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا۔ یہ سنت نبوی ہے۔

اختلاف تب ہوا ہے جب ایک عالم نے کسی طرح سوچا اور یہ سمجھا کہ دین کا یہ حکم ہونا چاہیے؟ انہوں نے فتوی دے دیا لیکن دوسرے عالم نے اختلاف کیا کہ نہیں بلکہ دین کا یہ حکم ہے۔

اب داڑھی میں آپ دیکھ لیجیے کہ اس میں علماء میں اختلاف ہے۔ آپ ابھی یوٹیوب میں مصر کی کسی مسجد کی ویڈیو دیکھ لیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہاں امام صاحب کے داڑھی نظر نہیں آئے گی۔ سعودی عرب، اردن، عمان، عراق میں ویڈیو دیکھ لیں تو کسی عالم اور امام مسجد میں داڑھی ہو گی، کسی میں نہیں اور داڑھی بھی بہت لمبی نہیں ہو گی۔ اکا دکا کسی میں لمبی داڑھی بھی ہو گی لیکن ہر امام میں ایسا نہیں ہو گا۔ اگر فقہاء کا اختلاف ہے تو کسی کا مطلب ہے کہ یہ فقہاء نے اس طرح سوچا اور اختلاف ہوا۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوتا تو کسی عالم میں اختلاف نہ ہوتا۔

اسلامی کتب کے مطالعے اور دینی کورسز کے لئے وزٹ کیجئے

www.mubashirnazir.org

تعلیمی و تربیتی کورسز کے ویب لنکس

علوم القرآن کا دور جدید اردو زبان میں مطالعہ ۔۔۔ ترجمہ اور تفسیر

https://mubashirnazir.org/2022/11/16/%d8%b9%d9%84%d9%88%d9%85-%d8%a7%d9%84%d9%82%d8%b1%d8%a2%d9%86-%d9%be%d8%b1%d9%88%da%af%d8%b1%d8%a7%d9%85/

علوم الحدیث ۔۔۔ ریسرچ

https://mubashirnazir.org/category/islamic-studies/islamic-studies-urdu/%d8%b9%d9%84%d9%88%d9%85-%d8%a7%d9%84%d8%ad%d8%af%db%8c%d8%ab-%d8%a7%d8%b1%d8%af%d9%88-%d9%84%db%8c%da%a9%da%86%d8%b1%d8%b2/

دور جدید میں فقہ سے متعلق سوالات کا جواب لیکچرز

https://mubashirnazir.org/category/lectures/%d8%a7%d8%b1%d8%af%d9%88-%d8%a7%d8%b3%d9%84%d8%a7%d9%85%db%8c-%d9%84%db%8c%da%a9%da%86%d8%b1%d8%b2/%d8%af%d9%88%d8%b1-%d8%ac%d8%af%db%8c%d8%af-%d9%85%db%8c%da%ba-%d9%81%d9%82%db%81-%d8%b3%db%92-%d9%85%d8%aa%d8%b9%d9%84%d9%82-%d8%b3%d9%88%d8%a7%d9%84%d8%a7%d8%aa-%da%a9%d8%a7-%d8%ac%d9%88%d8%a7%d8%a8/

اسلام میں جسمانی اور ذہنی غلامی کے انسداد کی تاریخ

https://mubashirnazir.org/2022/11/28/%d8%a7%d8%b3%d9%84%d8%a7%d9%85-%d9%85%db%8c%da%ba-%d8%ac%d8%b3%d9%85%d8%a7%d9%86%db%8c-%d8%a7%d9%88%d8%b1-%d8%b0%db%81%d9%86%db%8c-%d8%ba%d9%84%d8%a7%d9%85%db%8c-%da%a9%db%92-%d8%a7%d9%86%d8%b3%d8%af/